لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

سود، رشوت، قرض
کے
شرعی احکام

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگّا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	سود، رشوت، قرض کے شرعی احکام
افادات	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
مرتب	محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	۶۴
ناشر	ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ
قیمت	

ملنے کے پتے

☆ دیوبند وسہارنپور کے تمام کتب خانے
☆ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ
☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ
☆ مکتبہ رحمانیہ ہتورا، باندہ، پن کوڈ: ۲۱۰۰۱
☆ مکتبۃ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ
☆ مکتبہ اشرفیہ ۳۶، محمد علی روڈ بمبئی ۹

فہرست مضامین

عنوانات	صفحات
رائے عالی حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ	۷
رائے عالی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۸
عرض مرتب	۹

باب (۱)

عنوانات	صفحات
سود کا بیان	۱۱
سود سے متعلق آیات قرآنیہ	۱۱
سود سے متعلق احادیث نبویہ	۱۲
فقہاء کے ارشادات (سود کو حلال سمجھنے والا مرتد ہے)	۱۳
سود کیوں حرام ہے، سود اور بیع کا فرق	۱۴
سود اور سودی مال	۱۶
مسلمانوں کی کمزوری اور تباہی کے اسباب	۱۷
مال کی کمی دین کی کمزوری کا سبب نہیں	۱۸
سودی لین دین مسئلہ کا حل نہیں	۱۹
مسلمانوں کی تنزلی اور دوسری قوموں کی ترقی کا راز	۲۰
ترقی کا غلط مفہوم اور مسلمانوں کی ترقی کا معیار	۲۲
افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے سود کے جواز کا شبہ	۲۳
واقعی اگر سود ترقی کا ذریعہ ہے تو اس کو حلال نہ سمجھو	۲۴

عنوانات	صفحات
دارالحرب میں حربی سے سود لینے کے متعلق تحقیق	۲۴
قرض کی وجہ سے مقروض سے جس صورت سے بھی نفع اٹھائے وہ سود ہے	۲۵
سود خواروں کے بدترین حیلے	۲۶
ایک اور ناجائز حیلہ	۲۷
شئ مرہون یعنی گروی میں رکھے ہوئے سامان یا زمین سے نفع اٹھانا	۲۸
شئ مرہون سے اجازت کے بعد بھی نفع اٹھانا درست نہیں	۲۹
گروی رکھی ہوئی زمین سے نفع اٹھانے کا حیلہ جائز نہیں	۲۹
رشوت، سودی اور ناجائز آمدنی سے معافی تلافی کا طریقہ	۳۰
توبہ کے بعد حرام مال کا حکم	۳۱

باب (۲)

عنوانات	صفحات
رشوت کا بیان	۳۳
رشوت کی مذمت اور اس کا گناہ	۳۳
رشوت سے متعلق چند ضروری مسائل	۳۳
رشوت کی عقلی خرابیاں	۳۴
رشوت کے جواز کا بہانہ	۳۵
رشوت لینے میں ضرورت، مجبوری اور تنگی کا بہانہ	۳۶
رشوت اور سودی مال کا انجام	۳۷

باب (۳)

عنوانات	صفحات
قمار اور جوا	۳۹
جوئے باز پنپ نہیں سکتا	۴۰

سود خور رشوت خور کا حال	۴۱
حرام مال کی نحوست اور بے برکتی	۴۱
سود اور رشوت کا پیسہ قرض میں دینا جائز نہیں	۴۲

باب (۴)

قرض کا بیان	۴۳
قرض سے متعلق چند احادیث	۴۳
مرنے کے بعد مقروض کی روح معلّق رہتی ہے	۴۵
ضرورت مند کو قرض دینے کا ثواب صدقہ سے بڑھ کر ہے	۴۵
قرض نہ دینے والوں کی کوتاہی کا علاج	۴۶
ضرورت مندوں کو قرض دینے کا فائدہ اور ثواب	۴۶
قرض کے ثواب کی زیادتی کی وجہ سے صدقہ نہ دینا بھی بڑی غلطی ہے	۴۷
قرض داروں کی کوتاہی کی وجہ سے مالداروں کو قرض دینا بند نہیں کرنا چاہئے	۴۸
قرض سے متعلق چند احکام، حتی الامکان کسی کے مقروض مت بنو	۴۸
قرض کے لین دین کو ضرور لکھ لیا کرو	۴۹
تنگ دست مقروض کو مہلت دے دیا کرو	۴۹
مقروض جب اپنا قرض ادا کرے ضرور لے لیا کرو	۴۹
مقروض کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنے میں احتیاط برتو	۵۰
قرض کی ادائیگی اچھے مال سے کرو	۵۰
نادار مجبور قرض دار کو مہلت دینا واجب ہے	۵۰
مقروض کو مہلت دینے اور معاف کرنے کی وجہ سے بخشش	۵۱

ہم نہ دنیا میں لیں گے نہ آخرت میں اس طرح کہنے سے قرض معاف نہ ہوگا	۵۱
غریب آدمی کے لیے ضروری ہدایت	۵۲
فضول کاموں، بیاہ شادی وغیرہ کے لیے ہرگز قرض مت لو	۵۲
قرض لینے کے سلسلہ میں اہل اللہ کے معمولات	۵۳
کیسی حالت میں قرض لینا چاہئے	۵۵
دعوت نہ کیجئے قرض ادا کیجئے، ایک بزرگ کی حکایت	۵۵
مقروض شخص کو پرتکلف دعوت کرنا جائز نہیں، ایک حکایت	۵۵
جو شخص ادائیگی قرض کی پوری کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بری فرما دیتا ہے	۵۶
ادائیگی قرض کے سلسلہ میں بڑی کوتاہی	۵۷
قرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ	۵۷
بعض لوگوں کی ایک بری عادت	۵۹
مسلمانوں کی بڑی خرابی، قرض لے کر ادا نہ کرنے کا مرض	۵۹
قرض ادا نہ کرنے والوں کا انجام	۶۰
میت کا قرض ادا کرنے میں وارثوں کی عام کوتاہی	۶۱
مرنے کے بعد سب سے پہلے کیا کرنا چاہئے	۶۱
ادائیگی قرض کی دعائیں	۶۲
ادائیگی قرض کا وظیفہ	۶۳
امانت میں خیانت اور اس کی واپسی میں لاپرواہی	۶۳
قرض کے لین دین سے متعلق یادداشت کاپی کی ضرورت	۶۴

رائے عالی

حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ باندویؒ

حامداً و مصلیاً و مسلماً!

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب نوراللہ مرقدہ کے بارے میں بزمانہ طالب علمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہوکر مرجع خلائق ہوں گے، اور ہر عام وخاص ان کے فیوض و برکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے ع

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہورہی ہے، حضرت کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندوپاک میں کام ہورہا ہے، لیکن بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی، اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا، اس سلسلہ کی ایک درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں، بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے، اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ
خادم جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ (یوپی)

رائے عالی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ وفی افاداتہ) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کررہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہوتا جارہا ہے۔

ان خصوصیات اور افادیت کی بناپر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدردانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں۔

اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی، ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور ان کے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت گاہ میں انجام پارہے ہیں۔ اطال اللہ بقاءہ وعم نفعہ جزاہ اللہ خیرا۔

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ حسنی
رائے بریلی
۱۷ر ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد!

عقائد وعبادات کی طرح شریعت نے معاملات سے متعلق بھی واضح تعلیمات اور ہدایات دی ہیں، شریعت مطہرہ نے جہاں معاملات کی بہت سی صورتوں کو جائز قرار دیا ہے، وہیں بہت سے معاملات کو معصیت، ناجائز اور حرام بھی قرار دیا ہے، لیکن ایسی معصیت جس کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہو، اور ایسا گناہ کہ جس میں سخت ترین ایسے عذاب الیم کی دھمکی دی گئی ہو جو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے وہ معصیت اور گناہ کبیرہ سود اور سودی لین دین ہے، قرآن کی متعدد آیات میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔

انتہائی رنج وافسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں سود رشوت، حرام خوری کا اس قدر بازار گرم ہے کہ العیاذ باللہ۔

طرح طرح کی ناجائز صورتوں، باطل حیلوں کو شریعت کی آڑ میں سودی لین دین کو جائز سمجھا جارہا ہے، نہ صرف جائز بلکہ استحسان کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے، اور مادّہ پرست قوتوں کا تسلط اور دنیاوی ترقی کا بھوت اور ذہنی غلامی کا طوق اس طرح پڑا ہوا ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ مسلمان سودی لین دین اور رشوت وحرام خوری کے بغیر ترقی نہیں کرسکتے، اس کے لیے حلال روزی کے گویا سارے راستے مسدود، رزق حرام کے بغیر اس کی ترقی ناممکن۔

''سود، رشوت، قرض کے شرعی احکام'' رسالہ اسی غلط فہمی کے ازالہ نیز

سودخوری کے باطل حیلوں اور سود رشوت کے چور دروازوں کی نشاندہی کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔

مالیات سے متعلق ایک رسالہ ''احکام المال'' کے نام سے اس سے قبل طبع ہوچکا ہے جس میں مال واسباب، جائداد کی اہمیت، مال کمانے کی ضرورت، اور حصولِ مال کے جائز وناجائز طریقے، مختلف پیشے، اصول تجارت وغیرہ مضامین تفصیل سے عرض کئے گئے ہیں۔

اور دوسرا رسالہ ''حقوق المال'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے، جس میں مال خرچ کرنے کے طریقے اور اپنی زندگی میں مال تقسیم کرنے نیز وصیت، میراث وغیرہ کے شرعی احکام ذکر کئے گئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ امت مسلمہ کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ایک چوتھا رسالہ ''مالداری اور غریبی اسلام کی نظر میں'' بھی شائع ہوچکا ہے، اس میں بیان کیا گیا ہے کہ فلاح وکامیابی مال میں منحصر نہیں ہے، غربت وفقر کے ساتھ بھی آدمی راحت کی زندگی گذار کر کامیابی حاصل کرسکتا ہے، غربت وفقر وفاقہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس رسالہ سے غرباء وفقراء اور تنگدستوں کو بڑی تسلی حاصل ہوتی ہے۔

پیش نظر رسالہ بھی دوسرے رسائل کی طرح بھی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افادات کا مجموعہ ہے جو ان کی مختلف تصانیف ملفوظات ومواعظ سے ماخوذ ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اسے قبول فرمائے اور امت کے لیے نافع بنائے۔

محمد زید مظاہری، ندوی

۲رمحرم ۱۴۱۴ھ

باب (۱)

سود کا بیان

سود سے متعلق آیات قرآنیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

(۱) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْکُلُوْا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُضَاعَفَۃً وَاتَّقُوْا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ، وَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ، وَاَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ. (سورۂ آل عمران، پ:۴)

ترجمہ و تشریح: اے ایمان والو! سود مت کھاؤ، یعنی سود مت لو، کئی حصہ زائد کر کے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے، اور اس آگ سے بچو جو اصل کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، یعنی سود وغیرہ گناہ مت کرو، جو دوزخ میں لے جانے والے ہیں، اور خوشی سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو تو امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔

(بیان القرآن ۲/۵۷، آل عمران)

(۲) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ.

(سورۂ بقرہ، پ:۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور جو سود بقایا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو، پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو، یعنی تم سے جہاد ہوگا۔

(بیان القرآن، بقرہ ۱/۱۶۷)

(۳) اَلَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ الرِّبَا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. (سورۂ بقرہ، پ:۳)

ترجمہ و تشریح: جو لوگ سود کھاتے ہیں یعنی لیتے ہیں قیامت کے دن قبروں سے اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے، جس کو شیطان لپٹ کر خبطی بنا دے اور یہ سزا اس لیے ہوگی کہ ان سود خور لوگوں نے سود حلال ہونے کے لیے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود کے مثل ہے، کیونکہ اس میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال فرمایا ہے، اور سود کو حرام کر دیا ہے، اور سود لینے سے فی الحال مال بڑھتا نظر آتا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں، کبھی تو دنیا ہی میں سب برباد ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہے، کیونکہ وہاں اس پر عذاب ہوگا۔ اس کے برخلاف صدقہ دینے میں اگرچہ فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں کبھی دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو یقیناً بڑھتا ہے کیونکہ وہاں اس پر بہت ثواب ملے گا۔

(بیان القرآن سورہ بقرہ ۱/۱۶۶)

سود سے متعلق احادیث نبویہ

(۱) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج رات ہم نے ایک خواب

دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھ کو اٹھا کر کہا چلو، میں ان کے ساتھ چلا ………… (یہاں تک کہ) ایک نہر پر پہنچے جو خون کی طرح لال تھی اور اس نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارہ پر ایک اور شخص ہے اس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں وہ شخص تیرتا ہوا ادھر کو آتا ہے یہ شخص اس کے منہ پر ایک پتھر کھینچ کر مارتا ہے جس کے صدمہ (چوٹ) سے پھر وہ اپنی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر وہ تیر کر نکلتا ہے یہ شخص پھر اسی طرح اس کو (مار کر) ہٹا دیتا ہے میں نے پوچھا یہ دونوں کون لوگ ہیں؟ (ان دونوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ) سود خور ہیں۔ (بخاری، وعظ تعمیم التعلیم، ملحقہ التبلیغ: ۲۶/۲۱، جزاء الاعمال ص: ۲۸)

(۲) ایک حدیث پاک میں پیشین گوئی فرمائی گئی ہے کہ جب تم ایسا کرو گے (یعنی سودی لین دین کرو گے اور اس کے لیے طرح طرح کے حیلے کرو گے) تو ذلیل و خوار ہو گے اور دوسری قومیں تم پر غالب آ جائیں گی۔

(صفائی معاملات ص: ۱۶)

(۳) ایک حدیث شریف میں ہے جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے گی تو قحط، تنگی اور حاکموں کے ظلم میں مبتلا ہو گی۔ (جزاء الاعمال ص: ۸)

سود کے متعلق فقہاء کے ارشادات

سود کو حلال سمجھنے والا مرتد ہے

(۱) سود کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اسلام کے بعد کفر کرنا ارتداد ہے، اس لیے یہ شخص (جو سود کو حلال سمجھتا ہے) مرتد ہو جائے گا، اگر از سر نو اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کا تمام مال اس کی ملکیت سے زائل ہو جاتا ہے۔

(۲) سود کو نہ چھوڑنا اگر اس طرح ہے کہ حلال تو نہیں سمجھتا (لیکن باز نہیں آتا تو اگر اسلامی حاکم ہے اس کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ) اس پر جبر کرنا چاہئے اور اگر وہ جبر کو نہ مانے بلکہ گروہ بنا کر مقابلہ میں آ جائے تو ان سے جہاد کرنا چاہئے ………… کیونکہ ایسے لوگوں کا حکم باغیوں کا سا ہو گا اور باغی کے احکام میں یہ ہے کہ ان میں جو لوگ قتل سے بچے رہیں ان کا مال ان کی ملکیت سے تو زائل نہیں ہوتا مگر ان کے قبضے سے نکال لیا جاتا ہے، یعنی چھین کر اپنے قبضہ میں امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے، وہ لوگ جس وقت توبہ کر لیں گے ان کے اموال ان کو واپس کر دیئے جائیں گے، یہ سب مسائل ہدایہ میں موجود ہیں۔ (بیان القرآن، سورہ بقرہ ۱/۱۶۷)

سود کیوں حرام ہے؟

سود اور بیع کا فرق

آج کل لوگوں میں یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ لوگ یہ دریافت کرتے ہیں کہ سود کیوں حرام ہے؟ اس میں کیا خرابی ہے؟ جان کا بیمہ کیوں ناجائز ہے؟ اس میں تو بڑا نفع ہے، سو یاد رکھو کہ اس سوال کا کسی مسلمان کو حق نہیں، مسلمان کے لیے اتنی وجہ کافی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس فعل سے ناراض ہیں، عاشق کو اتنی بات معلوم کرنے کے بعد کہ محبوب اس بات سے ناراض ہوتا ہے کسی اور وجہ کا انتظار نہیں ہوتا، پھر مسلمان کو گناہ کے متعلق علتوں و حکمتوں کی تلاش کا انتظار کیوں ہے، اور اگر تم عاشق نہیں بنتے تو خدا کے غلام تو ہو، اب خود ہی انصاف کر لو کہ اگر تمہارا کوئی نوکر یا غلام یہ دریافت کرنے لگے کہ آپ فلاں کام سے کیوں ناراض ہوتے ہیں، اس کی وجہ پہلے بتلا دیجئے، تب میں اس کام سے باز آؤں گا۔ ورنہ میں اپنی رائے پر عمل کروں گا، تو آپ اس کے ساتھ کیا برتاؤ

کریں گے، افسوس کہ ہم اس غلام سے بھی گئے گذرے ہوگئے، جس کو ایک شخص نے خریدا اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اب تک خواہ کچھ بھی نام تھا لیکن اب تو وہی نام ہے جس نام سے آپ پکاریں۔ آقا نے پوچھا کہ تو کیا کھاتا ہے؟ کہنے لگا جو حضور کھلائیں گے وہیں کھاؤں گا جو آپ پہنائیں گے وہی پہنوں گا۔

افسوس ہم خدا کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور خدا کے احکام کی علتیں ڈھونڈتے ہیں، آج کل جو اکثر تعلیم یافتہ ہیں، ان کو یہ جواب کافی نہیں ہوتا، کہ سود اس واسطے حرام ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہیں، بلکہ وہ اس کی عقلی علت معلوم کرنا چاہتے ہیں اور جب تک علت معلوم نہ ہو اس وقت تک ان کو تسلی نہیں ہوتی۔

ایک صاحب کہنے لگے کہ میں سود کے مذموم (برا) ہونے کی یہ علت نہیں تسلیم کرتا کہ اس سے دوزخ میں جانا ہوگا بلکہ میں تو اس واسطے اسے حرام سمجھتا ہوں کہ اس میں بے مروتی بہت زیادہ ہے کہ اپنے بھائی کو دیئے تھے سو روپئے اور لے لیے دوسو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علت ایسی ہے کہ جس کو ذرا سے غور وفکر کے بعد ہر عقلمند آدمی توڑ سکتا ہے، کیونکہ ذہین آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسی بے مروتی ہر تجارت میں ہے، مثلاً ہم نے ایک کپڑا خریدا تو دس روپئے میں اور اس کو بیچنے لگے بیس روپئے میں، یہ بھی بے مروتی ہے، ایک مکان ہم نے تیار کیا دو ہزار میں اور بیچنے لگے دس ہزار میں یہ بھی بے مروتی ہے، اب وہ شخص جو سود کو محض بے مروتی کی وجہ سے برا سمجھتا ہے ان صورتوں میں اور سود کی صورت میں کوئی عقلی فرق بیان کرے، سو ہرگز وہ عقلی فرق نہ بیان کر سکے گا، چنانچہ کفار مکہ کو بھی یہی شبہ پیش آیا تھا ان کو بھی یہی حیرت تھی وہ کہتے تھے، اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰو (تجارت بھی تو سود کی طرح ہے) سود میں اور بیع میں کیا فرق ہے، دونوں ظاہر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں تو اب وہ علت کہاں رہی؟ قرآن میں تو اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ سننے کے قابل ہے، حق تعالیٰ نے عقلی وجہ فرق کوئی نہیں بیان فرمائی بلکہ یہ فرق بیان فرمایا کہ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا)۔

اب دونوں یکساں کیوں کر ہو سکتے ہیں جب کہ دونوں میں بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے بیع اور تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ اور حق تعالیٰ مالک ہیں، انہیں اختیار ہے جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں کسی کو اس کی وجہ دریافت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ علماء کو چاہئے کہ ایسے سوالات کے جوابات میں قرآن کا طرز اختیار کریں۔ (وعظ سیرت الصوفی ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ)

سود اور سودی مال

سود کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں: یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا کہ سودی مال جمع ہوتا ہے اور ایک دن مٹ کر رہتا ہے اور حقیقتاً تو مٹتا ہی ہے مگر کبھی صورۃً بھی مٹ جاتا ہے۔ ایک دن بری طرح مارے جاتے ہیں اور اگر اتفاقاً نہ بھی مٹے تب بھی اس سے کلام الٰہی پر اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا یہ قضیہ مہملہ ہے جو جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے اگر ایک دفعہ بھی مٹ جائے تو وہ صادق آجائے گا، معنی یہ ہیں کہ سود والے اکثر مٹتے ہیں اور اس کے بہت سے واقعات ہیں جن سے ان کی تصدیق ہوتی ہے، اگر کہیں ظاہراً نہ بھی مٹے تو دوسرے طریقہ سے مٹنا ہے، مٹنے کی قسمیں مختلف ہیں، ایک یہ کہ مال جاتا رہے چوری وغیرہ ہوجائے، یہ تو ظاہری مٹنا ہے۔ اور ایک مٹنا معنوی طریقہ سے ہوتا ہے وہ یہ کہ سود والا اس مال سے خود نفع نہیں اٹھاتا (خواہ بیماری کی وجہ سے یا کسی

اور وجہ سے) فاقہ کرکر کے عمر ختم ہوجاتی ہے۔ سود لینے کا سبب بخل ہے جتنا سود لیتا ہے اتنا بخل بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے تن پر بھی خرچ نہیں کرتا، غرض کہیں اس طرح بھی سود مٹتا ہے کہ اپنے اوپر خرچ نہیں ہوتا تو یہ برکت اور نفع کا مٹنا ہوا۔ (وعظ احکام المال، التبلیغ: ۳۵/۱۵)

مسلمانوں کی کمزوری وتباہی کے اسباب

مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے، مگر اب تک حقیقت تک کوئی نہیں پہنچا، کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہورہی ہے مگر یہ بالکل غلط ہے، اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہئے تھا کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں ان کو بھی ترقی ہوتی حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ کچھ بھی ترقی والے نہیں ہوئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت نے چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے اس لیے مسلمان ترقی نہیں کرسکتے، مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ معاملات میں شریعت کے مسائل کے کتنے تاجر پابند ہیں؟ غالبًا دو چار کے سوا کوئی نہ ملے گا، تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہ ہوئی، یہ کون سے ناجائز معاملے چھوڑ دیتے ہیں۔ (العبرۃ بذبح البقرۃ، ارشادات حکیم الامت ص: ۴۷۲)

مسلمانوں کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنے بھائیوں سے بلا سود کے ملتا نہیں، اس لیے دوسری قوموں سے سودی قرض لینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور برباد ہوتے ہیں، اور بے سود قرض نہ ملنے کی وجہ یہ نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کے پاس روپیہ نہیں ہے ابھی میں عرض کرچکا ہوں کہ مسلمان بہت مالدار ہیں، لیکن بدمعاملگی کے خوف کی وجہ سے قرض نہیں دیتے، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ خود چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی امداد کریں اور ان کو قرض دیں، مگر ڈرتے ہیں کہ دے کر کیا لیں گے، اگر خوش معاملگی (سچائی اور وعدہ کی پختگی) مسلمانوں میں شائع ہوجائے تو خود آپس ہی میں ایک دوسرے کی حاجت پوری ہوتی رہے، اور سود دینے کی ضرورت نہ پڑے، تو جو تباہی کا سبب ہے وہ ختم ہوجائے۔

پس ثابت ہوا کہ بدمعاملگی (یعنی معاملہ کی خرابی) تنزلی کا سبب ہے، ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ کسی کا روپیہ لے کر دینا نہیں چاہتے، حتی کہ اگر کسی غریب کے چار پیسے ہوں گے وہ بھی ٹال کردیں گے، اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہم سے تقاضا کرنے کی مجال نہیں ہوئی۔

اسی طرح قرض خواہ کو نہ دیں گے اور بہانہ کردیں گے کہ بھائی ابھی خرچ آیا نہیں، اور اسی حالت میں اگر بچہ کے ختنہ درپیش ہوجائے یا کوئی شادی کرنا ہو تو بہت روپیہ اگل دیں گے۔ غرض بدمعاملگی کا مرض عام ہے۔

(سنت ابراہیم ص: ۲۲)

مال کی کمی دین کی کمزوری کا سبب نہیں

اگر روپیہ کا نہ ہونا دین کی کمزوری کا سبب ہے تو امراء (مالداروں) میں دین زیادہ ہونا چاہئے تھا، سو آپ مشاہدہ کرلیں کہ روپیہ والوں میں دین زیادہ ہے یا غریبوں میں؟ دراصل اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ کا ہونا نہ ہونا دونوں مضر (نقصان دہ) نہیں۔ اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو روپیہ کا نہ ہونا تو کم مضر ہے، اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہے۔ (طریق النجاۃ ملحقہ دین ودنیا ص: ۷۳)

ہم نے بہت کم لوگ ایسے دیکھے ہیں جن کو فراغت نصیب ہو (یعنی وہ مالدار ہوں) پھر بھی توجہ الی اللہ کی فکر ہو، الا ماشاء اللہ۔ مال کے ساتھ تو زیادہ تر

خدا سے غفلت، بے پروائی، غریبوں کی تحقیر، بے رحمی اور ظلم وزیادتی ہوتی ہے۔

(الامتحان ص:۴، ارشاد حکیم الامت ص:۴۶۸)

سودی لین دین مسئلہ کا حل نہیں

عقلمند لوگ اس میں مختلف ہیں کہ قوم کی تباہی کا سبب کیا ہے؟ میرے نزدیک تو اصل سبب معاملہ کی خرابی ہے، قوم کے بعض لیڈر کہتے ہیں کہ سود بند کرنے سے تباہی آئی ہے، جو قومیں سود لیتی ہیں، وہ خوب ترقی کر رہی ہیں، میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی بہت سے لوگ سود لیتے ہیں لیکن ان کے کچھ بھی کام نہیں آتا، کیونکہ مال سے مقصود دنیاوی نفع اٹھانا ہے اور سود خور جمع کرتے کرتے مرجاتے ہیں اور بسا اوقات جن کے لیے جمع کرتے ہیں ان کو بھی نہیں ملتا، اور فرض کرو اگر نفع بھی اٹھایا تو روحانی نقصان سے خالی رہتے ہی نہیں، یعنی دل سخت ہوجاتے ہیں کسی پر ان کو رحم نہیں آتا، کسی کی مصیبت سے ان کا دل نہیں دکھتا، اور اپنے رشتہ دار سے بھی سود نہیں چھوڑتے، جیسے بیرسٹروں (وکیلوں) کا حال ہے کہ وہ اپنوں کو بھی نہیں چھوڑتے، سمجھتے ہیں کہ اگر ان سے نہ لیا تو بھاؤ بگڑ جائے گا، اور اکثر سود خوروں کو دنیوی ترقی بھی نہیں ہوتی، اکثر سود خوروں کا مال ضائع ہوتے ہی دیکھا ہے، اور اگر ترقی بھی ہوئی تو جب دین برباد ہوا تو اس ترقی کو لے کر کیا کریں گے، یہ تو دینی غلطی تھی کہ سود کو ترقی کا سبب قرار دیا۔

دوسرے ایک دنیوی غلطی بھی ہے وہ یہ کہ ترقی کا سبب وہ شئ ہوسکتی ہے جس سے عام لوگ نفع اٹھائیں، اس لیے ترقی یافتہ وہی قوم ہوگی جس کے سب افراد کو ترقی ہو، اور عام طور پر ان میں مال دار پیدا ہوں، اور سود ایسی چیز ہے کہ ساری قوم میں شائع نہیں ہوسکتا، اول تو سب کے پاس مال نہیں دوسرے آخر

لے گا کون، اس لیے لامحالہ بعض لیں گے اور بعض نہیں تو جو لوگ لیں گے وہ ترقی کریں گے اور جو نہیں لیں گے وہ ترقی نہیں کریں گے۔ بلکہ جو دیں گے تباہ و برباد ہوں گے، پس ترقی کا یہ طریقہ نہیں ہوسکتا، ترقی کا صحیح طریقہ خوش معاملگی اور اعتبار کرنا ہے۔

مسلمانوں میں خدا کے فضل سے افلاس (تنگدستی) نہیں، مسلمانوں میں تاجر، اہل ملک، رئیس سب طرح کی مخلوق ہے، مگر بات کیا ہے کہ دوسری قوم کو سود دیتے ہیں اسی وجہ سے تباہی آتی ہے، تو ایسی صورت ہونا چاہئے کہ سود نہ دینا پڑے۔ اور وہ طریقہ صرف خوش معاملگی (یعنی اچھا معاملہ کرنا) ہے۔

(سنت ابراہیم ص:۲۲۰)

مسلمانوں کی تنزلی اور دوسری قوموں کی ترقی و کامیابی کا راز

غیر قوموں کی ترقی کا اصل سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں، اور وہ ان کی ایسی صفتیں ہیں جو انہوں نے آپ ہی کے گھر سے لے لی ہیں، جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا، ہوش سے کام لینا، آپس میں اتحاد واتفاق کرنا، اور یہ سب وہ باتیں ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے، ان سب احکام کا خاصہ ہے کہ ان کو اختیار کرنے سے ترقی ہوتی ہے اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے چاہے کوئی اختیار کرے چاہے کوئی چھوڑ دے۔

(العبرۃ بذبح البقرۃ، ارشادات حکیم الامت ص:۴۷۳)

اسلامی اصول میں فطرۃً یہ خاصیت ہے کہ وہ پریشانی اور کلفت کو دور کرتے ہیں، اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں، اسلامی اصول پر جو بھی عمل کرتا ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر راحت پاتا ہے البتہ آخرت میں کامیابی کے

لیے اسلام بھی شرط ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت، ملفوظ: ۲۴۳)

کیونکہ شرعی احکام اور اسلامی اخلاق کے دو ثمرہ ہیں، ایک اللہ کے نزدیک مقبولیت دوسرے دنیاوی ترقی۔ اللہ کے نزدیک مقبولیت کے لیے تو اسلام شرط ہے، جو مسلمان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسرا ثمرہ ہر اس شخص کو حاصل ہو جاتا ہے جو اسلامی اخلاق پر عمل کرنے لگے، چنانچہ اس وقت تک جن قوموں نے بھی ترقی کی ہے اسلامی تعلیمات کو اختیار کر کے ہی ترقی کی ہے۔

تنظیم، دیانت، اتحاد، ایثار، عدل، وعدوں کو پورا کرنا، سادگی، کفایت شعاری، محنت، قوم کی خدمت، اور قومی نشان کی حفاظت وغیرہ وغیرہ کس کے گھر کی چیزیں ہیں، کیا اسلام اور مسلمانوں سے پہلے کسی نے ان کا نام بھی سنا تھا؟ یہ صرف مسلمانوں کے گھر کی دولت تھی، جس سے آج وہ کوسوں دور ہیں، اور دوسری قومیں مضبوطی کے ساتھ اس کو تھامے ہوئے ہیں۔

افسوس اس وقت مسلمان ہی ایک ایسی قوم رہ گئی ہے جس کو جس شکل اور جس وضع میں چاہو ڈھال لو، کبھی عیسائیوں کی شکل میں ان کو دیکھ لو، کبھی ہندوؤں کی وضع میں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۵/۱۲۷، ارشادات حکیم الامت، ۴۷۸)

مسلمان اگر تباہ و برباد نہ ہوں تو اور کیا ہوں، اس تباہی و بربادی کی وجہ زیادہ تر بدانتظامی ہے جو بے فکری کی دلیل ہے، اس بے فکری کی بدولت ہزاروں زمیندار، رئیس اور نواب بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

حتیٰ کہ اس کی وجہ سے سلطنتیں دے بیٹھے اس کی بدولت دنیا تو دنیا دین تک تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ (ارشادات حکیم الامت ص: ۴۷۳)

ترقی کا غلط مفہوم اور مسلمانوں کی ترقی کا معیار

(لوگ) کہتے ہیں کہ یہ ترقی کا زمانہ ہے تو گویا سلف سے اس وقت تک

تنزل ہی رہا، نالائقوں کو خبر نہیں کہ ملک مال وجاہ وثروت ہی ترقی کا معیار ہیں، تو پھر فرعون، قارون، شداد، نمرود تو انبیاء علیہم السلام سے بھی بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے۔

ارے مسلمانوں کی ترقی کا معیار دین ہے، اگر دین درست ہے اور اللہ راضی ہے یہ ان کی ترقی ہے، اور اگر دین درست نہیں، اور اللہ ناراض ہے تو یہ تنزلی ہے، آخر کفر و اسلام میں فرق ہی کیا ہوا، اگر دین ہوتے ہوئے دنیا بھی تمہارے پاس ہو تو کون منع کرتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے دین کی اشاعت اور تبلیغِ دین میں مدد ملے گی پھر وہ دنیا دنیا ہی نہ ہوگی بلکہ عین دین ہوگا۔

(الافاضات الیومیہ ملفوظ: ۱۰۰)

اگر مال کے ساتھ دین پوری طرح محفوظ رہے تو تم کو دنیا کی ترقی سے کون روکتا ہے جتنی چاہے ترقی کرو، خواہ بادشاہ ہو جاؤ خواہ وزیر ہو جاؤ، مگر حدود کے اندر رہو۔ (الجبر بالصبر ص: ۴۳)

وہ شخص دنیا دار نہیں جس کے قلب میں تو خدا اور رسول کی محبت ہو اور ہاتھ میں مال رکھتا ہو جس کی علامت یہ ہے کہ اگر لاکھ روپئے ملتے ہوں اور دین کا نقصان ہوتا ہو تو دین کے مقابلہ میں لاکھ روپئے پر لات مار دے۔

(وعظ الحیوۃ ص: ۲۸)

آج کل بعض لوگ دنیا کو دین پر مقدم کر کے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ طریقہ سراسر گمراہی ہے۔ (الافاضات الیومیہ: ۵/۲۸۹)

اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو یہ دیکھو کہ پہلے مسلمانوں کو ترقی کیوں کر ہوئی چنانچہ جن لوگوں نے صحابہ کی ترقی کا حال دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات کو محض دین کی اتباع کی وجہ سے ترقی ہوئی وہ دین میں پختہ تھے، ان کے معاملات و معاشرت و اخلاق بالکل اسلامی تعلیم کے مطابق تھے، اس

لیے دوسری قوموں کو خوامخواہ اسلام کی طرف کشش ہوتی تھی اور اگر کسی نے مقابلہ کیا تو چونکہ انہوں نے خدا کو راضی کر رکھا تھا، اس لیے خدا تعالیٰ ان کی مدد کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ بے سروسامانی کے باوجود اور قلت عدد کے باوجود بڑی سلطنتوں کو آنکھ ملانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ (کمالات اشرفیہ ص:۷۷)

افلاس وتنگدستی کی وجہ سے سود کے جواز کا شبہ

سوال ۲۰۵: مسلمانوں کی موجودہ افلاس وتنگدستی کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا سود کا لین دین خواہ آپس میں ہو یا دوسری قوموں سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ربٰوا کی حرمت کی آیت جب نازل ہوئی ہے اس وقت (مسلمانوں میں تنگدستی و) افلاس اس وقت سے زیادہ تھا اور نیز بہت سا سود ان معاملات کا لینا باقی تھا جو زمانۂ جاہلیت اور حالت کفر میں ہو گئے تھے، اس پر بھی حکم ہوا کہ سود چھوڑ دو، ورنہ خدا اور رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔

جب حالت کفر کا سود وصول کرنا جائز نہیں رکھا گیا تو ابتداءً (شروع ہی سے) ایسا معاملہ کرنا کیونکر جائز سمجھا جائے گا۔

بیہقی نے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے کفار سے جن شرطوں پر صلح کی تھی ان میں یہ بھی قید تھی کہ مالم یاکلوا الربا (جب تک سود کا لین دین نہ کریں) جب کافروں کو اکل ربٰو (یعنی سود کے لین دین سے روکا گیا) تو مسلمانوں کو کیسے حلال ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۱۶۰)

بالفرض اگر سود ترقی کا ذریعہ ہے تو اس کو حلال تو نہ سمجھو

لاہور میں بعض لوگوں کا خیال معلوم ہوا کہ سود کو حلال کرنے کی کوشش میں ہیں، تاکہ مسلمانوں کو ترقی ہو۔

میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ آپ کے اس خیال کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سود ترقی کا ذریعہ ہے تو یہ سوچئے کہ ترقی کا مدار سود لینے پر ہے یا اس کو حلال سمجھنے پر؟ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے کہ سود کو حلال سمجھنے ہی پر ترقی موقوف ہے؟ پھر آخر اس کو ذریعۂ ترقی بنانے میں اس کے حلال کرنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے؟ اگر سود لیتے ہو تو گناہ تو سمجھو، یوں سمجھو کہ گویا (پاخانہ) کھا رہے ہیں، برا کر رہے ہیں، ایک بات یہ کہی تھی کہ گناہ کو گناہ سمجھیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پندرہ منٹ کے لیے روزانہ خدا تعالیٰ سے اس طرح عرض کر لیا کریں کہ اے اللہ میں نہایت خبیث ہوں، بڑا گنہگار ہوں، سر سے پیر تک معصیتوں میں بھرا ہوا ہوں، میری قوت نہیں کہ معصیت کو چھوڑ سکوں، آپ میری مدد فرمائیں میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں، بس اس طرح روزمرّہ خدا سے عرض کر لیا کریں (انشاء اللہ بہت جلد اصلاح ہو جائے گی)۔

(العاقلات الغافلات ملحقہ حقوق الزوجین ص:۳۴۱)

دارالحرب میں حربی سے سود لینے کے متعلق تحقیق

’’یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا‘‘۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو۔

احقر نے جو اس آیت سے سمجھا ہے (وہ یہ ہے کہ) دارالحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے، کیونکہ یہ بقایا سود زمانۂ جاہلیت کا تھا جس وقت کہ مکہ دارالحرب تھا، اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اس کا مطالبہ ہر حال میں درست ہے، گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو، مثلاً ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک روپئے کی شراب خریدی، ان کے لیے

معاملہ حلال تھا پھر دونوں مسلمان ہو گئے باوجودیکہ اب ایسی بیع وشراء درست نہیں، مگر پچھلا روپیہ وصول کرنا درست ہے۔

پس جب ربوٰ (سود) میں پچھلا بقایا لینے کی اجازت نہ ہوئی، معلوم ہوا کہ اس وقت بھی (حربی سے دارالحرب میں سود لینا) حلال نہ تھا پھر جب حربی حربی میں درست نہ ہوا، تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا؟ رہا لیا ہوا واپس نہ ہونا، یہ تخفیف تھی حرام کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حرج کثیر کے دفع کرنے کے سبب سے۔

اور فقہی روایت جو اس کے متعلق مشہور ہے احقر کے نزدیک اس کی خاص تفسیر ہے جس سے سود کی حلت لازم نہیں آتی۔

(بیان القرآن ۱/۱۶۸، سورہ بقرہ)

اس کی تفصیل احقر نے ''غیر اسلامی حکومت اور مروجہ سیاست کے شرعی احکام'' نامی کتاب میں جمع کر دی ہے۔ (مرتب)

قرض کی وجہ سے مقروض سے جس صورت سے بھی نفع اٹھائے وہ سود ہے

قرض دینے والے کو قرض کے دباؤ یا رعایت سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص قرض دے پھر وہ قرض لینے والا اس شخص کو کچھ ہدیہ دے یا گھوڑے وغیرہ پر سواری دے تو اس شخص کو چاہئے کہ نہ سوار ہو، نہ ہدیہ قبول کرے، ہاں اگر پہلے سے ان دونوں میں اس کی عادت جاری ہو تو مضائقہ نہیں۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

ابو بردہ بن موسیٰ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آیا اور عبداللہ بن سلام سے ملا، انہوں نے فرمایا کہ تم ایسی سرزمین میں رہتے ہو جہاں سود کی کثرت ہے، تو جب کسی شخص کے ذمہ تمہارا کوئی حق ہو (یعنی قرض ہو) اور وہ تمہارے پاس بھوسہ یا جَو یا گھاس کی گٹھری بھیجے تو تم اس کو مت لینا کیونکہ وہ سود ہے۔ (بخاری)

اس قاعدہ سے بہت سے مسائل معلوم ہو سکتے ہیں بطور مثال کے بعض ذکر کرتا ہوں۔ (صفائی معاملات ص:۱۳)

بعض دوکاندار مقروض قرض کی رعایت کی وجہ سے قرض خواہ کو بغیر نفع لیے ہوئے سودا دیتے ہیں قاعدہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہ درست نہیں۔

(صفائی معاملات ص:۱۴)

سودخوروں کے بدترین حیلے

بعض سودخوروں نے یہ حیلہ نکالا ہے کہ ان کے پاس کوئی شخص قرض مانگنے آیا انہوں نے ایک رومال میں سو روپیہ باندھ کر کہا کہ یہ پورا ایک سو پچیس کا ہے، سو روپئے کے بدلہ میں سو روپئے اور رومال کے بدلہ میں پچیس روپئے (حالانکہ رومال کی قیمت زائد سے زائد دو چار روپئے ہوگی)۔

دوسرے شخص نے قبول کر لیا اور ادا کرتے وقت ایک سو پچیس روپیہ دے دیا یہ بالکل حرام ہے، کیونکہ اصل مقصود یہ ہے کہ ایک سو روپیہ کے بدلے میں ایک سو پچیس روپئے لوں گا، رومال کو بیچنا ہرگز مقصود نہیں محض حیلے کے لیے بیع کی صورت اختیار کی ہے۔

اور اگر بیع کو مقصود بھی مان لیا جائے تب بھی چار روپئے کا رومال پچیس روپئے میں صرف اس دباؤ سے خریدا ہے کہ اگر نہیں خریدتے تو قرض نہیں ملتا،

اور اوپر یہ قاعدہ بیان ہو چکا ہے کہ جو نفع قرض کے دباؤ سے حاصل ہو وہ سود ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

اسی طرح جس جگہ چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے کم و زیادہ کر کے بیچنا منظور ہو مگر جائز کا حیلہ اختیار کرنے کے لیے کم جانب میں ایک روپیہ مثلاً ملالیں کہ جس کی قیمت اس قدر نہ ہو جس قدر دوسری طرف زیادہ مال ہے یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (کذافی الوقائع)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی بیع پہاڑ کے برابر گراں معلوم ہوتی ہے۔ (کذافی فتح القدیر، صفائی معاملات، ص:۱۵)

ایک اور ناجائز حیلہ

اسی طرح حیلہ کی ایک صورت اور نکالی ہے، وہ یہ کہ مثلاً زید نے عمرو سے دس روپے قرض مانگے، عمرو نے کہا کہ قرض تو نہیں دیتا مگر ہاں دس روپے کا مال بارہ روپے میں لے جاؤ، اور کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اپنا کام چلالو، اور جب تمہارے پاس ہو بارہ روپے اس سامان کی قیمت ادا کر دینا، یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (کذافی الھدایہ)

سود خوروں نے یہ صورت اختیار کی ہے۔ (کذافی الکفایہ)

امام محمدؒ اس کے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی بیع پہاڑ کے برابر گراں معلوم ہوتی ہے، اور حدیث شریف میں بھی اس کی مذمت آئی ہے اور پیشین گوئی فرمائی ہے کہ جب تم ایسا کرو گے ذلیل و خوار ہو گے اور غیر قومیں تم پر غالب آجائیں گی۔ (کذافی فتح القدیر، صفائی معاملات، ص:۱۶)

شئ مرہون یعنی گروی میں رکھے ہوئے سامان یا زمین سے نفع اٹھانا

اسی قاعدہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ زمین کے مالکوں میں ایک عام عادت ہے کہ زمین یا مکان رہن رکھ کر اس سے نفع اٹھاتے ہیں، یہ ہرگز جائز نہیں، اور بعض کتابوں کی عبارت سے جو شبہ پڑ گیا ہے (کہ راہن یعنی گروی رکھنے والے کی اجازت سے نفع اٹھانا جائز ہے یہ غلط ہے) اس عبارت کا مقصود نفع کا حلال ہونا نہیں ہے کیونکہ یہ قاعدہ مذکورہ کے خلاف ہے جس کو تمام فقہاء قبول کر کے یہ قاعدہ مقرر کر چکے ہیں، کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَھُوَ رِبٰو ۔ بلکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ راہن کی اجازت کے بغیر مرتہن اس سے نفع اٹھائے تو اس پر غاصب ہونے کی وجہ سے ضمان لازم آتا ہے، اور اجازت دینے سے ضمان لازم نہیں آئے گا، سو ضمان لازم نہ آنے سے حلال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور اگر کسی عبارت میں حلت یا اباحت کا لفظ پایا جائے تو وہ اس صورت میں ہے کہ معاملہ کے وقت اس شئ سے نہ نفع اٹھانے کی شرط ٹھہری ہو نہ وہاں اس کا رواج ہو، نہ قرض کا دباؤ ہو، اتفاقاً بطور احسان و خیر خواہی کے نفع اٹھانے کی اجازت ہو جائے، ایسی حالت میں نفع اٹھانا درست ہے، لیکن اس صورت میں وہ شئ رہن سے خارج ہو جائے گی، اور عاریت (مانگی ہوئی چیز بن جائے گی) حتی کہ استعمال کرتے کرتے وہ سامان ہلاک ہو جائے یا خراب ہو جائے تو ضمان لازم نہ آئے گا۔ اور قرض میں نہ کٹے گا، اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے بعضے لکھے پڑھے لوگ اس آفت میں مبتلا ہیں۔

(صفائی معاملات ص:۱۴)

شئ مرہون (گروی) سے اجازت کے بعد بھی نفع اٹھانا درست نہیں

سوال ۴۷٦: مرتہن کو مرہون سے (یعنی جس کے پاس گروی مال رکھا ہے اس کو اس مال سے) نفع اٹھانا قرضدار کی اجازت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مرہون (گروی) سے نفع اٹھانے کی شرط ہو یا اس کا رواج ہو جیسا کہ آج کل ہے ربٰو حرام ہے، اور ربٰو اجازت سے حلال نہیں ہوتا۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۴۵۴)

رہن (گروی) میں رکھی ہوئی زمین سے نفع اٹھانے کا حیلہ جائز نہیں

بعض لوگوں نے مرہون (گروی میں رکھے ہوئے سامان یا زمین) سے نفع اٹھانے کا یہ حیلہ نکالا ہے کہ مثلاً اسّی (۸۰) روپئے کے بدلے میں ایک زمین رہن (گروی) رکھی اور راہن (یعنی جس نے قرض لیا ہے اس) سے یہ شرط ٹھہرالی کہ یہ زمین ہم کو ایک روپیہ سالانہ کرایہ پر دے دو، اور یہ کرایہ زر رہن (یعنی اسی قرض سے) کٹتا رہے گا، یہاں تک کہ اسّی (۸۰) برس میں روپیہ ادا ہو جائے گا، اور زمین چھوڑ دی جائے گی، اور اس سے پہلے چھوڑنا چاہیں تو اسی حساب سے جس قدر روپیہ باقی رہے گا وہ لے کر چھوڑ دیں گے، چونکہ ایک روپیہ سالانہ کرایہ زمین کا محض اس قرضے کے دباؤ سے ہے اور اوپر یہ قاعدہ معلوم ہو چکا ہے کہ جو رعایت قرض کی وجہ سے ہو وہ حرام ہے اس لیے یہ معاملہ حرام اور اس سے نفع اٹھانا خبیث ہے، جو نفع اٹھایا ہے اس کو صدقہ کر دینا چاہئے۔

(صفائی معاملات ص:١٦)

سوال: عمرو نے بکر سے سو روپئے قرض لئے اور کچھ زمین بطور کرایہ کے پانچ سال کے واسطے دے دی اس شرط پر کہ پانچ سال بعد میری زمین واپس کر دینا، اور اس زمین کی اجرت پانچ سال کی ۱۰۰ روپئے سے زیادہ ہوتی ہے، تو ایسا لین دین جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ظاہر تو یہی ہے کہ یہ رعایت جو عمرو نے بکر کے ساتھ کی ہے قرض کی وجہ سے کی ہے اس لیے یہ حرام اور سود ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۱۷۲)

رشوت، سود اور ناجائز آمدنی سے معافی وتلافی کا طریقہ

(۱) اب ایک سوال اور رہ گیا وہ یہ کہ کسی نے مثلاً دس ہزار روپیہ سود یا رشوت میں لیے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ کس کس سے لیے ہیں، اور اب وہ چاہتا ہے کہ اس کا حق ادا کرے تو کیسے کرے، اس لیے کہ اس وقت اس کے پاس دس ہزار روپیہ نہیں ہیں ساری عمر میں جو حرام مال کمایا تھا آج ایک دن میں سب کیسے ادا کر دے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کام شروع کر دینا، اور ادائیگی کا پختہ ارادہ کر لینا بھی مقبول ہے، پہلے تو حق والے سے معافی کی درخواست کرو، اور اگر وہ خوشی سے معاف کر دے تب تو جلدی ہلکے ہو گئے، اور اگر معاف نہ کرے تو اب تھوڑا تھوڑا جتنا ہو سکے اس کا حق ادا کرتے رہو مگر یہ ضروری ہے کہ اپنے فضول اخراجات کو موقوف کر دو، بس ضروری خرچوں میں اپنی آمدنی خرچ کرو، اور اس سے جتنا بھی بچے وہ حقداروں کو ادا کر دو، اور اگر وہ مر گئے ہوں تو اس کے ورثاء کو دو۔ اور اگر ورثاء بھی نہ معلوم ہوں تو ان کی نیت سے خیرات کرتے رہو انشاء اللہ اول تو امید ہے کہ دنیا ہی میں سارا حق ادا ہو جائے گا اور اگر کچھ ادا ہوا اور کچھ رہ گیا تو اس کو حق تعالیٰ ادا کر دیں گے، حق تعالیٰ کے یہاں نیت

کو زیادہ دیکھا جاتا ہے جس کی نیت پختہ ہو کہ میں حق ادا کروں گا پھر اس پر عمل بھی شروع کر دے حق تعالیٰ اس کو بالکل بری بھی کر دیتے ہیں۔

(خیر الارشاد، حقوق وفرائض ص: ۳۰۸)

(۲) اب یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو اور کسی سے رشوت لی ہو یا کسی کی غیبت کی ہو (تو اس سے معافی تلافی کا کیا طریقہ ہے اگر وہ زندہ ہے تب تو اس سے معافی مانگی جائے لیکن اگر) وہ مر چکے ہوں یا لاپتہ ہوں تو ان کے حقوق اب کس طرح ادا ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں کوئی صورت لا علاج نہیں ہے کرنے والا ہونا چاہئے، اس کی تدبیر یہ ہے کہ اول تو پوری کوشش کرے ان لوگوں کا پتہ لگانے کی اگر ان کا پتہ لگ جائے تب تو انہیں کو حق پہنچائے، اگر معلوم ہوا کہ وہ مر گئے ہیں تو مالی حقوق ان کے ورثاء کو پہنچائے، اگر ورثاء کا بھی پتہ نہ لگے، تو جتنی رقم تم نے ظلم اور رشوت سے لی ہے اتنی رقم خیرات کر دو، اور نیت کر لو کہ یہ ہم ان کی طرف سے دے رہے ہیں یہ تو حقوق مالیہ کا حکم ہے۔

(وعظ خیر الارشاد ملحقہ حقوق وفرائض، ص: ۳۰۸)

توبہ کے بعد حرام مال کا حکم

سوال: رنڈی، جواری، چور، ڈاکو یعنی حرام کمائی والے توبہ کر کے اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کریں تو اس کی کیا صورت ہے؟ اگر خدا کی راہ میں خرچ کرنا جائز نہ ہو تو کیا کرے، جلا ڈالے؟ یا اور کوئی شرعی حیلہ حلال کرنے کا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اپنا حلال روپیہ اس حرام روپے میں ملا کر زمین خرید لیتے ہیں یہ کیسا ہے؟

الجواب: وہ مال حرام رہتا ہے اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگوں کا حاصل ہوا ہے وہ متعین طور پر معلوم ہو تو اس کو واپس کر دینا چاہئے، (اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو) جو لوگ فقر و فاقہ سے بہت پریشان ہوں ایسوں کو وہ مال ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے واسطے دے دینا چاہئے، اور اپنی طرف سے دینے کی نیت نہ کرے بلکہ اہل حقوق کی طرف سے کرے، اور ثواب حاصل ہونے کی نیت سے (یعنی صدقہ کی نیت سے) نہ کرے۔

اور حرام کو حلال کرنے کے لیے کوئی حیلہ مفید نہیں، اور اگر دوسرے روپئے میں ملایا تو اس میں بھی حرمت و خباثت پیدا ہو جائے گی، اور اسی طرح جو چیز اس سے خریدی اس میں بھی۔ (امداد الفتاویٰ ۱۴۴/۴)

باب (۲)

رشوت کا بیان

رشوت کی مذمت اور اس کا گناہ

(۱) حدیث شریف میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔ (ابوداؤد شریف)

(۲) اور حضرت عبد اللہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشوت لینے اور دینے والا دونوں دوزخ میں جائیں گے۔

(طبرانی)

(۳) حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے اور رشوت کی دلّالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (احمد وطبرانی)

اخیر کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشوت کا دلّال بھی دینے اور لینے والے کے برابر گنہگار ہوتا ہے۔ (کشف الغشوۃ عن وجہ الرشوۃ، ص:۲۳)

رشوت سے متعلق چند ضروری مسائل

(۱) رشوت مال کے لینے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ دباؤ سے قرض لینا، کوئی اور چیز عاریت (یعنی مانگ کر) لینا، یا کوئی چیز زیادہ سستی خریدنا، سب

رشوت میں داخل ہے۔

(۲) اگر رشوت دینے والے معلوم ومتعین ہوں تو وہ رشوت کا مال ان کو واپس کردے، رشوت لینے والا اس کا مالک نہیں ہوتا۔

(۳) اور اگر رشوت دینے والا معلوم نہ ہو تو اس کو مسکینوں محتاجوں کو دے دیا جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی غرض سے (ایک عامل جس نے غلط فہمی سے رشوت لی تھی وہ رقم) بیت المال میں داخل کردی تھی۔

(۴) بعض اخبار والے جو بعض مالداروں سے اس لیے کچھ لیتے ہیں کہ ہم تمہاری مذمت (برائی) نہ لکھیں گے یہ بھی رشوت اور حرام ہے۔

(۵) اسی طرح بعض قوموں میں جو بیٹی پر کچھ لیتے ہیں (یعنی لڑکا والے یا لڑکی والے رقم کا مطالبہ کرتے ہیں) یہ بھی حرام ہے۔

(کشف الغشوۃ عن وجہ الرشوۃ)

مجبوری میں رشوت کا جواز

اگر رشوت دینے والا حق پر ہو، اور جانتا ہو کہ میرا حق رشوت دیئے بغیر نہ ملے گا (یا رشوت کے بغیر کام ہی نہ کرے گا) تو رشوت دینے سے یہ گنہگار نہ ہوگا، اگرچہ لینے والا گنہگار ہوگا۔ (کشف الغشوۃ ص:۲۳)

رشوت کی عقلی خرابیاں

رشوت عقل وانسانیت کے بھی خلاف ہے

اس میں ایک اور خرابی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں بڑی چیز جاہ (عزت) ہے حتی کہ مال بھی اتنا عزیز نہیں ہے دیکھئے، مال کو جاہ (عزت) کے واسطے خرچ

کردیتے ہیں، اور جتنی فضول خرچیاں کرتے ہیں اکثر اسی کے واسطے کرتے ہیں، سب خرچوں کی تو کوئی حد بھی ہے، مگر جاہ (عزت) کے لیے خرچ کرنے کی کوئی حد ہی نہیں، غرض مال کا زیادہ حصہ تفاخر اور ناموری میں خرچ ہوتا ہے، تو جاہ (عزت لوگوں کی نگاہوں میں) اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کے مقابلے میں مال کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی، اور وہ اس رشوت میں بری طرح برباد ہوجاتی ہے، سو عقلی اعتبار سے رشوت میں اتنی بڑی نحوست ہے چنانچہ بخدا وہ آدمی رشوت لینے سے رشوت دینے والے کی نظر سے بالکل ہی گر جاتا ہے، وہ اس کو ایسا سمجھنے لگتا ہے جیسے پلہ دار کہ اب ہمارا سارا بوجھ یہ اٹھائے گا، پھر اس شخص کی کیا وقعت ہوئی، بعض لوگ آٹھ آنہ تک بھی نہیں چھوڑتے ایسے بدنیت اور لالچی ہوتے ہیں۔ الغرض رشوت ایسی ذلیل چیز ہے کہ اس سے آدمی نظروں سے گر جاتا ہے یہ تو عقلی نحوست ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ رشوت قومی ہمدردی کے بھی خلاف ہے۔

اگر شریعت کے حکم کو نہ دیکھا جائے تو خود عقل بھی اس کو ناجائز بتلاتی ہے، اور یہ بالکل غلط بات ہے کہ لوگ خوشی سے دیتے ہیں، جو لوگ رشوت دیتے ہیں تو نقصان پہنچنے کے خیال سے دیتے ہیں، خوشی سے کوئی نہیں دیتا، جو دیتا ہے مجبور ہوکر دیتا ہے، اس لیے یہ ہمدردی کے بھی خلاف ہے۔

(التبلیغ ۱۵/۴۹-۵۵)

رشوت کے جواز کا بہانہ

بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ لوگ خوشی سے دے جاتے ہیں، رشوت کے بارہ میں یہ کہنا کہ اس نے تو خوشی سے دیا ہے بالکل غلط ہے، کوئی اپنا مال خوشی سے نہیں دیتا۔ اپنے اوپر قیاس کیجئے، آپ نے بھی کبھی خوشی سے رشوت دی ہے، اگر آپ کو کبھی ایسا اتفاق پڑے تو کیا آپ خوشی سے دیں گے؟ ہرگز نہیں، بلکہ اگر معلوم ہوجائے کہ ویسے ہی کام ہوجائے گا تو کبھی نہ دیں گے۔

اور اگر فرض کرلیا جائے کہ خوشی ہی سے دیتے ہیں تو آخر ہمدردی بھی کوئی چیز ہے، اس ہمدردی کی وجہ سے ایسی رشوت سے انکار کردیا ہوتا، دیکھئے رعایت وہ چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چندہ آتا تھا، آپ بعض مواقع میں واپس کردیتے تھے، ہر ایک کا چندہ آپ نہ لیتے تھے۔

(وعظ احکام المال ملحقہ التبلیغ ص:۴۱،۹۶)

رشوت لینے میں ضرورت ومجبوری اور تنگی کا بہانہ

آج کل شرعی احکام کے بجالانے میں دشواری سمجھی جاتی ہے مثلاً یہ کہ بہانہ کیا جاتا ہے کہ تنخواہ کم ہے، بھلا اگر رشوت نہ لیں تو کام کیسے چلے؟ اگر اپنے اخراجات اندازہ سے رکھے جائیں تو تنخواہ کیوں نہ کافی ہوگی، بعض لوگ عذر کرتے ہیں کہ ہم ناجائز معاملات رشوت وغیرہ ضرورت کی وجہ سے لیتے اور کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ لوگ جس کو ضرورت کہتے ہیں وہ ضرورت ہی نہیں بلکہ محض حظوظ نفسانیہ ہیں (یعنی نفسانی خواہش اور لذت ہے) جن کا نام ضرورت رکھ دیا ہے مثلاً کسی کی نوکری کی تنخواہ میں اتنی گنجائش ہے کہ معمولی درمیانی قیمت کے کپڑے پہن سکتا ہے مگر کافی قیمت کے زرق برق کپڑے پہننے کی گنجائش نہیں، اس صورت میں عقلمند آدمی کبھی ایسے گرانقدر کپڑوں کی ضرورت تسلیم نہیں کرسکتا کہ جس ضرورت کے واسطے رشوت وغیرہ لینا پڑے۔

اور اگر اس پر بھی کچھ تنگی ہو تو آخر صبر کی تعلیم اسی حالت کے لیے ہے اور اگر مرتبۂ صبر سے گذر جائے تو ایسے لوگوں کی امداد کے واسطے شریعت نے خاص قواعد مقرر کیے ہیں ان سے نفع اٹھانا چاہئے۔

(سیرت الصوفی، ملحقہ حقیقت تصوف وتقویٰ، ص:۲۰۵)

رشوت اور سودی مال کا انجام

باطل طریقوں میں سے ایک طریقہ رشوت بھی ہے، لوگ رشوت لے لے کر مال جمع کرتے ہیں پھر دیکھئے اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ رشوت والے ہزاروں لاکھوں روپئے جمع کرتے ہیں مگر ایک دو پشت کے بعد کبھی نہیں رہتا، بالکل محتاج ہو جاتے ہیں، آج ایک شخص نوکر تو ۲۵ روپیہ کا ہے مگر حرام کا مال خوب سمیٹتا ہے اور اس کے یہاں اولاد بھی ہے، مہمان بھی ہیں، دوست احباب بھی ہیں، تندرستی بھی ہے، مکان کی تعمیر بھی ہو رہی ہے، یہ اپنی حالت پر نہایت خوش ہیں، پھر تھوڑے دنوں میں کچھ نہیں رہتا یہ کیا بات ہے؟ اصل بات یہی ہے کہ ایسے مالوں میں برکت نہیں ہوتی۔

میرے ایک عزیز (رشتہ دار) پولیس میں ملازم تھے، انہوں نے خوب رشوتیں لے لے کر روپیہ جمع کیا تھا، اتفاق سے سرکار کی طرف سے کسی معاملہ میں مقدمہ قائم ہو گیا جتنا کمایا تھا سب اس میں لگ گیا، حتی کہ گھر کا زیور بھی نہ رہا، بالکل خالی رہ گئے، خدا خدا کر کے جب اس مقدمہ سے جان بچی اس کے بعد پھر اسی طرح روپیہ جمع کیا اور ایک پرانے تکیہ میں سی دیئے اس خیال سے کہ اسے چور کیا لیں گے ایک روز اتفاق سے وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے ان کے مکان میں آگ لگ گئی، گھر والوں نے قیمتی سامان اٹھا اٹھا کر گھر سے باہر پھینکا، اور اس تکیہ کا کسی نے خیال بھی نہ کیا وہ جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ گھر میں آگ لگ گئی تھی، پوچھا کہ میرا تکیہ کہاں ہے؟ گھر والوں نے کہا کہ جو قیمتی چیزیں تھیں وہ مشکل سے بچائی ہیں، وہ پرانا تکیہ کوئی حفاظت کے قابل تھا؟ کہنے لگے کہ میرے تو اس میں نوٹ تھے اور نوٹوں کے نمبر محفوظ نہیں اس لیے سب کمائی جاتی رہی۔

اور اس پیسہ سے کچھ جائداد بھی خرید لی تھی اس کی کسر اس طرح نکلی کہ کسی کاشتکار پر نالش کر رکھی تھی، اس مقدمہ میں اس کاشتکار نے حضرت کو قتل کر دیا، یہ انجام ہوتا ہے ایسے مال والوں کا، رات دن ایسے لوگ فکروں میں مبتلا رہتے ہیں۔

اور ایک شخص ہے جس کی یہ حالت ہے کہ آمدنی بھی کم ہے بس معمولی سا کھا پہن لیتا ہے، اور مزے سے پاؤں پھیلا کر رات کو سوتا ہے، وہ اچھا ہے یا ایسے لوگ اچھے ہیں، یہ رشوت (اور مال حرام) کے انجام ہیں۔

(احکام المال التبلیغ ۱۵/۳۷)

باب (۳)

قمار اور جوا

(۱) یَسْـئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُھُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَفْعِھِمَا. (پ: ۲، سورۂ بقرہ)

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور قمار (جوے لاٹری) کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں چیزوں سے گناہ کی بڑی بڑی باتیں پیدا ہوجاتی ہیں، اور لوگوں کو بعضے فائدے بھی ہوتے ہیں، اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔

(بیان القرآن سورہ بقرہ ۱/۱۲۴)

(۲) یَـا اَیُّھَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْا اِنَّـمَـا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْـصَـابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْـسٌ مِـنْ عَـمَـلِ الشَّیْـطَـانِ فَـاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُـفْـلِـحُـوْنَ، اِنَّـمَـا یُـرِیْـدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَـغْـضَـآءَ فِـیْ الْـخَـمْـرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلَاۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُنْتَھُوْنَ. (سورۂ مائدہ، پ: ۷)

ترجمہ و تشریح: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم کو فلاح (کامیابی) ہو، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعہ تمہارے آپس میں عداوت اور دلوں میں بغض (نفرت) واقع کردے، چنانچہ ظاہر ہے کہ شراب میں تو عقل نہیں رہتی، گالی گلوچ دنگہ فساد ہوجاتا ہے اور جوئے میں جو شخص مغلوب ہوتا ہے (یعنی ہار جاتا ہے) اس کو غالب (یعنی جیتنے والے) پر غیظ (غصہ) ہوتا ہے اور جب اس کو رنج ہوگا دوسرے پر بھی اس کا اثر پہنچے گا، اور شیطان یوں چاہتا ہے کہ اسی شراب اور جوئے کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے (یعنی روک دے) سو بتلاؤ اب بھی باز آؤ گے؟

حدیث میں ہے کہ اس آیت کو سن کر صحابہ نے کہا اِنْتَھَیْنَا یعنی ہم باز آئے۔ (ترمذی)

اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شرابیں اس وقت موجود تھیں سب پھینک دیں۔

(بخاری)

فائدہ: انصاب (یعنی بتوں) کا جو ساتھ میں ذکر کیا ہے اس سے مقصود شراب اور جوئے کی مذمت (برائی) کی تاکید ہے کہ یہ اس قابل ہیں کہ بت پرستی کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے۔

حاصل یہ کہ شراب اور جوا، بت پرستی اور کفر کے قریب قریب اس لیے ہیں کہ نماز سے جو کہ اعظم شعائرِ اسلام اور علاماتِ ایمان سے ہے (ان سے) مانع ہیں، جب اس طور پر ایمان سے دوری ہوئی تو کفر سے قرب ہوا۔

(بیان القرآن ۳/۵۸، سورۂ مائدہ)

جوئے باز پنپ نہیں سکتا

اسی طرح قمار (جوا) ہے نہ معلوم اس میں جیتنے والے سب کہاں چلے جاتے ہیں جس کو سنو گے یہی سنو گے کہ ہار گئے، یہ کسی کو نہ سنو گے کہ جیت

گئے، اس کے متعلق کھلے ہوئے سینکڑوں واقعات ہیں کہ جوئے کی بدولت گھر تباہ ہو گئے ایسے مالوں میں بالکل برکت نہیں ہوتی۔ (وعظ احکام المال ص:۳۷)

سود خور، رشوت خور کا حال

دیکھئے ہر شخص کے لیے چھٹی کا زمانہ بڑی راحت کا زمانہ ہے مگر ان کے لیے مصیبت ہے کیونکہ اس روز لوٹ کھسوٹ کرنے کی گنجائش نہیں ملتی۔

ایک رشوت خور نے اپنی تصویر کھنچوائی تھی جس کی شکل یہ تھی کہ یہ اپنی جیبوں میں ہاتھ دیئے کھڑا تھا، لوگوں نے جو اس تصویر کو دیکھا تو بہت تعریف کی کہ بالکل اصل کے مطابق ہے۔

ایک گنوار نے وہ تصویر دیکھی تو کہا یہ تصویر تو بالکل غلط ہے لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ فرماتے ہیں کہ تصویر میں ہاتھ اپنی جیب میں دکھائے گئے ہیں، حالانکہ ان کے ہاتھ تو دوسروں کی جیب میں رہتے ہیں۔

سو چھٹی کے زمانہ میں پرائی یعنی دوسروں کی جیب ملتی نہیں اس لیے وہ ان کے لیے ماتم (اور غم) کا دن ہوتا ہے۔ انہیں انتظار رہتا ہے کہ اب چھٹی کا زمانہ ختم ہو، یہ کتنی بڑی نحوست ہے رشوت کی۔ (التبلیغ ۱۵/۳۹)

حرام مال کی نحوست و بے برکتی

ایسے مال اکثر اپنے تن پر خرچ نہیں ہوتے کہیں عطّاروں کے یہاں جاتے ہیں کہیں ڈاکٹروں کی فیس میں خرچ ہوتے ہیں، کہیں یار دوست کھا جاتے ہیں، اپنے تن کو کچھ بھی نہیں لگتا۔

ایک شخص اسی قسم کے تھے ان کی بیوی ہمیشہ بیمار رہتی تھی، ان کے صاحبزادے پلنگ پر سوار تھے، سینکڑوں روپئے دواؤں اور ڈاکٹروں اور حکیموں

پر خرچ ہوتے تھے، اور پھر نوکر خوب کھاتے اڑاتے تھے، چاروں طرف لوٹ ہو رہی تھی، یہ حالت ہو رہی تھی کہ پانچ سو روپئے آئیں تو تھوڑے ہیں، ایک ہزار آئیں وہ تھوڑے، اس قسم کے مال اتنی بڑی نحوست کی چیز ہے۔

(التبلیغ ۱۵/۳۸)

سود اور رشوت کا پیسہ قرض میں دینا بھی جائز نہیں

رشوت اور سود کا مال قرض میں دینا بھی جائز نہیں، حدیث میں ہے: لَعَنَ اللّٰہُ آکِلَ الرِّبوٰ وَمُوْکِلَہٗ۔ خدا لعنت کرے سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر۔ اس سے مراد دوسروں کو دینا ہے، چونکہ لینا دینا سبب ہو جاتا ہے کھانے پینے کا اس لیے اس کو کھانے اور کھلانے والا فرمایا، مقصود یہ ہے کہ سود لینے والے اور سود دینے والے دونوں پر لعنت ہے۔

اس میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ سود لے کر کسی دوسرے شخص کو وہ روپیہ اپنے قرض میں دیا جائے، اس صورت میں اس نے اس کو سود کا روپیہ دیا، ایک گناہ تو یہ ہوا، اس سے بڑھ کر ایک اور گناہ کا مرتکب ہوا، وہ یہ کہ اکثر لوگ حرام کا روپیہ قرض میں دے کر اپنے آپ کو بری سمجھتے ہیں ان کو یہ خیال ہی نہیں آتا کہ ہم نے کوئی گناہ بھی کیا ہے تا کہ اس سے توبہ کریں، اور اگر اس شخص کو خبر نہیں کی کہ یہ روپیہ سود اور رشوت کا ہے، تو دھوکا دینے کا تیسرا گناہ ہوا۔

(الحج المبرور، سنت ابراہیم ص:۲۶۱)

باب (۴)

قرض کا بیان

قرض سے متعلق چند احادیث

(۱) حضرت عبداللہ بن جحش سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دَین (قرض) کے بارے میں فرمایا، قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے، اگر کوئی شخص جہاد میں شہید ہوجائے پھر زندہ ہوکر دوبارہ شہید ہوجائے پھر زندہ ہوکر سہ بارہ (تیسری بار) شہید ہوجائے، اور اس کے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو تو وہ جنت میں نہ جائے گا، جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے۔ (نسائی، حاکم، حیوٰۃ المسلمین ص: ۱۸۶)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جانا (یعنی شہید ہونا) سب چیزوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، سوائے قرض کے۔ (مسلم)

صاحبو! شہادت سے بڑھ کر کیا چیز ہے، جب قرض اس سے نہ معاف ہو تو اور کس عمل سے معاف ہوگا، اس سے (واقعی) قرض کی بڑی سختی معلوم ہوتی ہے، (اس لیے شدید مجبوری کے بغیر ہرگز قرض نہ لینا چاہئے)۔

(فروع الایمان ص: ۱۷)

(۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْکُفْرِ

وَالدَّیْنِ''۔ (ترجمہ:- میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور قرض سے) ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ قرض کو کفر کے برابر کرتے اور اس کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، فرمایا کہ ہاں!۔ (رواہ النسائی)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرض خدا کا جھنڈا ہے، زمین میں وہ جب کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتا ہے۔

(رواہ الحاکم)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ایک شخص کو اس طرح وصیت فرما رہے تھے کہ گناہ کم کیا کرو، تم پر موت آسان ہوجائے گی اور قرض کم لیا کرو تو آزاد ہوکر جیو گے۔ (بیہقی)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے، حق تعالیٰ اس کا قرض ادا کردیتے ہیں اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے خدا تعالیٰ اس کو تباہ کردیتے ہیں۔ (بخاری، ابن ماجہ)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے جو شخص قرض کے بار میں لد جائے پھر اس کے ادا کرنے کی پوری کوشش کرے، اور ادا کرنے سے پہلے مرجائے تو میں اس کا مددگار رہوں گا۔ (رواہ احمد والطبرانی)

(۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ تین شخصوں سے بہت نفرت کرتے ہیں ایک بوڑھا زناکار، دوسرے مفلس (محتاج) تکبر کرنے والا، تیسرے مالدار

ظالم (جو قرض خواہوں پر ٹال مٹول کر ظلم کرتا ہے)۔

(ابن خزیمہ، ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

(۹) عمر بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار کا (قرض کو) ٹالنا اس کی آبرو اور مال کو حلال کر دیتا ہے۔ (ابن حبان، والحاکم)

فائدہ: یعنی جو شخص قرض ادا کرنے پر قادر ہو اور پھر بھی ادا نہ کرے، تو قرض خواہ اس کی آبرو ریزی کر سکتا ہے اور برا بھلا کہہ سکتا ہے، اور لوگوں میں اس کو مشہور کر سکتا ہے، اور جس طریقے سے ممکن ہو، ظاہراً یا چھپ کر اپنا حق اس سے وصول کر سکتا ہے۔ (ضمیمہ بہشتی زیور ۵۳/۵)

مرنے کے بعد مقروض کی روح معلّق رہتی ہے

(۱۰) فرمایا قرض بڑی تکلیف کی چیز ہے، مقروض آدمی اگر مر جائے تو روح جنت میں جانے سے معلق رہتی ہے۔ (ترمذی شریف)

جس کو قرض سے نفرت نہ ہو، بڑا بے حمیت (بے غیرت) ہے۔

(ملفوظات دعوات عبدیت ۱۳۴/۱۹)

ضرورت مند کو قرض دینے کا ثواب صدقہ سے بڑھ کر ہے

ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے اور کسی کو قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

وجہ اس کی یہ ہے کہ صدقہ تو بغیر ضرورت کے بھی مانگ لیا جاتا ہے اور قرض حاجت مند ہی مانگتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ صدقہ دے کر بے فکری ہو جاتی ہے، اور قرض دے کر اس کی طرف توجہ رہتی ہے اور تعلق (اور دھیان) لگا

رہتا ہے اور دیر میں وصول ہونے سے خصوصاً اپنی ضرورت کے وقت وصول نہ ہو (اس سے) سخت تکلیف ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کا ثواب زیادہ ہے۔

(فروع الایمان ص:۸۰)

قرض نہ دینے والوں کی کوتاہی کا علاج

مالداروں کی ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ باوجود اس کے کہ ان کے پاس ضرورت سے زائد رقم رکھی ہے یا آسانی سے انتظام کر سکتے ہیں، اور مانگنے والا سخت حاجت مند ہے، اور قابل اعتبار بھی ہے، مگر پھر بھی انتہائی بے رحمی سے قرض دینے سے انکار کر دیتے ہیں، بعض اوقات جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے، اس کی وجہ یا تو بخل ہے یا بے رحمی ہے، یا جہالت ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ قرض دینے سے کیا فائدہ ہوگا، اس لیے نہ دینا تجویز کرتا ہے۔ اگر اس کا سبب بخل یا بے رحمی ہے تو اس کی برائی ظاہر اور مسلّم ہے اور اگر اس کا سبب جہالت ہے تو اس کا فائدہ (اور ثواب) سمجھنا ضروری ہے تاکہ جہالت ختم ہو۔

اول تو جس کے دل میں رحم کا غلبہ اور جوش ہوتا ہے وہ اس وقت فائدے کو بھی نہیں سوچتا، خود رحم ہی سے مدد کرنے کی توفیق ہوتی ہے، کیا جو شخص اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے گو اس میں دنیا و آخرت کا فائدہ بھی ہے، مگر کیا پرورش کے وقت اس فائدہ کو سوچتا ہے؟ اور کیا اگر فائدہ نہ سوچے تو پرورش نہ کرے گا؟ پس مسلمانوں میں آپس میں اسی طرح کی ہمدردی اور رحم کا مادہ ہونا چاہئے، جیسے رشتہ داروں میں ہوتا ہے۔

ضرورت مندوں کو قرض دینے کا فائدہ اور ثواب

اور اگر فائدہ سمجھے بغیر قرض دینے کی ہمت نہ ہو تو فائدہ بھی سمجھ لینا چاہئے، اور وہ فائدہ یہ ہے کہ مثلاً قرض دینے والے کی محبت پیدا ہونا، آپس

میں الفت اور ہمدردی بڑھنا، لیکن مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے دنیوی فائدہ کو مقصود نہ بنانا چاہئے، اس لیے اس سے قطع نظر کرکے آخرت کے فائدے کو سمجھنا چاہئے اور وہ ثواب ہے جو کہ حدیث میں آیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے اور قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے، اور حدیث میں اس کی وجہ بھی آئی ہے کہ صدقہ وہ شخص بھی مانگ لیتا ہے جس کو حاجت نہ ہو، مگر قرض بغیر حاجت کے کوئی نہیں مانگتا، یعنی اکثر عادت یہی ہے، اور حاجت کو پورا کرنا کس قدر عظیم راحت پہنچاتا ہے اس لیے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوا۔

اور جب قرض کا ثواب صدقہ سے بڑھا ہونا معلوم ہوگیا تو اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ نصوص سے ثابت ہے کہ دس حصہ تک ثواب کا بڑھنا یہ ادنیٰ درجہ ہے ورنہ خلوص کی زیادتی کی وجہ سے سینکڑوں ہزاروں تک پہنچتا ہے، پس صدقہ کا ثواب دس سے زائد بھی ہوتا ہے، اور قرض کا ثواب اس سے بھی آگے، حتیٰ کہ اگر صدقہ کا ثواب سات سو تک ہو تو قرض کا ثواب چودہ سو تک ہوگا جو اخیر میں بارہ سو ساٹھ ہوجائیں گے تو کیا یہ فائدہ نہیں ہے کہ ایک روپیہ قرض دیا اور آخرت میں مثلاً بارہ سو ساٹھ روپیہ کا ثواب ملا؟

قرض کے ثواب کی زیادتی کی وجہ سے صدقہ نہ دینا بھی بڑی غلطی ہے

لیکن یہ سمجھ کر کہ قرض میں ثواب صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے یہ نہ کریں کہ صدقہ کی جگہ قرض ہی دینے لگیں، یا صدقہ سے بے رغبت ہوجائیں اور اس میں نقصان سمجھیں، اصل بات یہ ہے کہ مختلف احکام مختلف حیثیتوں کے ہوتے ہیں

سو ایک حیثیت سے جس کا ذکر ہوا قرض کا ثواب زیادہ ہے، مگر دوسری حیثیت سے صدقہ کا ثواب قرض سے بھی زیادہ ہوتا ہے مثلاً قرض میں واپسی ہوتی ہے اور صدقہ میں واپسی نہیں ہوتی اور اس وجہ سے صدقہ لینے والے کے دل پر بار نہیں رہتا اور قرض لینے والے کے دل پر بار رہتا ہے (اس حیثیت سے صدقہ کا ثواب قرض سے بڑھ کر ہوگا)۔ (اصلاح انقلاب ص:۲۱۸-۲۱۹)

قرض داروں کی کوتاہی کی وجہ سے مالداروں کو قرض دینا بند نہیں کرنا چاہئے

قرض داروں کی بری عادتوں اور معمولی تکلیف سے تنگ دل ہوکر قرض دینے کا سلسلہ بند نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ بھی اجر سے خالی نہیں، اور احادیث میں اس سے کم تنگ دلی پر ثواب کا وعدہ آیا ہے کہ اگر کوئی چیز کہیں رکھ کر بھول جائے اور اس کی تلاش میں قدرے پریشان ہو، پھر وہ مل جائے تو اس میں بھی ثواب ہے، تو قرض وصول نہ ہونے پر یا وقت پر وصول نہ ہونے پر تو اس سے بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے، تو اس میں اس سے زیادہ اجر کیوں نہ ملے گا، اس لئے بقدر تحمل پیسہ نہ ملنے کو بھی برداشت کرلینا چاہئے۔ (اصلاح انقلاب ۱/۲۲۰)

قرض سے متعلق چند احکام، حتی الامکان کسی کے مقروض مت بنو

خدا تعالیٰ نے عقد قرض پر جو احکام مرتب کئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) بلا ضرورت قرض نہ لیا جائے، (یعنی) حتی الامکان کسی کے مقروض نہ بنو، اور اگر ضرورت کی بنا پر کسی کا مقروض ہونا پڑے تو اس کے ادا کی فکر رکھو، بے پرواہ مت بن جاؤ، اور اگر وہ تم کو کچھ کہے سنے تو صبر کرو، اس کا حق ہے۔

قرض کے لین دین کو ضرور لکھ لیا کرو

(۲) جب ایک مدت کے لیے ادھار قرض کا معاملہ کیا کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور خود لکھنا نہ جانتے ہو تو کسی سے لکھوا لیا کرو، اور کاتب کے لیے حکم ہے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ لکھ دیا کرے۔

(۳) اگر لکھنے والا کوئی نہ ہو تو حکم ہے کہ دو آدمیوں کو گواہ بنا دو، اور گواہوں کو ضرورت کے وقت گواہی دینا لازم ہے ورنہ گناہ ہوگا۔

تنگ دست مقروض کو مہلت دے دیا کرو

(۴) یہ حکم تو لینے کے وقت کا ہے اور دینے کے وقت کا حکم یہ ہے کہ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ یعنی اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو مہلت دینی چاہئے جب تک کہ وہ دے سکے۔

یعنی اگر تمہارا مقروض غریب ہو اس کو پریشان مت کرو، بلکہ مہلت دو یا کچھ حصہ یا سب حصہ معاف کردو، اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کی سختی سے نجات دیں گے۔

مقروض جب اپنا قرض ادا کرے، ضرور لے لیا کرو

(۵) اور ایک حکم یہ ہے کہ مقروض جس وقت ادا کرنا چاہے اس وقت ادا ہوسکتا ہے اگر کوئی مدت کا وعدہ بھی کر کے قرض لے اور اس مدت سے پہلے ادا کرے تو قرض خواہ کو نہ لینے کا اختیار نہیں اسی وقت لینا پڑے گا۔

(۶) اگر تمہارا مقروض تم کو دوسرے سے قرض ادا کرائے (یعنی دوسرے کے حوالہ کردے) اور اس سے تم کو وصول لنے کی بھی امید ہو تو خواہ مخواہ ضد میں آ کر اسی کو پریشان مت کئے جاؤ، بلکہ اس کے حوالہ کو منظور کرلو۔

مقروض کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنے میں احتیاط برتو

(۷) اگر کوئی شخص تمہارا مقروض ہو اور اسی حالت میں وہ تم کو ہدیہ یا دعوت کرے تو اگر پہلے سے راہ رسم (یعنی عادت) جاری نہ ہو تو ہرگز قبول مت کرو۔

اسی سے رہن (گروی) کی آمدنی کا حال معلوم ہوگیا، کیونکہ رہن (یعنی گروی رکھنے والا) تمہارا قرض دار ہے اور قرض کے دباؤ میں تم کو نفع کی اجازت دیتا ہے تو وہ کس طرح حلال ہوگا۔

(۸) جب کسی کا قرض ادا کیا کرو تو ادا کرنے کے ساتھ دعا بھی دیا کرو، اور اس کا شکریہ ادا کیا کرو۔

(۹) اگر تم کو وسعت ہو تو کسی مقروض کی طرف سے اس کا قرض ادا کردیا کرو۔

(۱۰) اگر تم مقروض ہو اور تمہارے پاس دینے کے واسطے ہے بھی، اس وقت ٹالنا بڑا ظلم ہے۔

قرض کی ادائیگی اچھے مال سے کرو

(۱۱) اور جب تم کسی کے مقروض ہو تو خراب چیز سے اس کا حق مت ادا کرو، بلکہ اس کی ہمت رکھو کہ اس کے حق سے بہتر اس کو ادا کرو، مگر معاملہ کے وقت یہ معاہدہ (کہ ہم اس سے اچھا لیں گے) جائز نہیں (سود ہوجائے گا)۔

(تعلیم الدین ص:۳۲، منازعۃ الھویٰ ص:۴۶۷، تفصیل الدین ملحقہ دین ودنیا ص:۱۵۰)

نادار مجبور قرضدار کو مہلت دینا واجب ہے

ایک کوتاہی بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ قرض تو دیتے ہیں لیکن تقاضا بے

ڈھب (نا مناسب طریقے سے) کرتے ہیں، وقت آنے پر (سختی کرتے ہیں) مہلت دینا جانتے ہی نہیں، حالانکہ قرآن کی تصریح سے تنگ دست، نادار کو مہلت دینا واجب ہے اور احادیث میں بھی اس کی فضیلت آئی ہے۔

حق تعالیٰ کا فرمان ہے ''وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ الی میسرة'' (اور اگر مقروض تنگدست ہے تو اس کو کشادہ حالی تک مہلت دینا چاہیے)۔

(اصلاح انقلاب ص:۲۲۱)

مقروض کو مہلت دینے اور معاف کرنے کی وجہ سے بخشش

ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ زیادہ اعمال کی پابندی نہ کرتا تھا مگر ایک کام یہ کرتا تھا کہ جب لوگوں کو قرض دیتا تو مہلت بھی دے دیتا، اور اگر مقروض کے پاس ادا کرنے کو نہ ہوا تو معاف کر دیتا، جب اس کا انتقال ہوا تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ اس کے اعمال زیادہ نہیں مگر جب یہ ضرورت و عجز کے باوجود ہمارے بندوں کے ساتھ سہولت کرتا تھا تو ہم تو قادر ہیں، ہم بھی اس کے ساتھ سہولت ہی کریں گے، اس لیے ہم نے اپنا سب حق معاف کیا (اور اس کی بخشش ہوگئی)۔ (الہوی، والہدی، آداب انسانیت ص:۱۷)

ہم نہ دنیا میں لیں گے نہ آخرت میں اس طرح کہنے سے قرض معاف نہ ہوگا

فرمایا کہ اگر قرض دینے والا یہ کہہ دے کہ قرض ہم نہ دنیا میں لیں گے نہ آخرت میں اس طرح کہنا شرعاً لغو ہے (جب تک یہ نہ کہہ دے کہ ہم نے معاف کیا)۔

دنیا میں بھی اس کو مطالبہ کا حق ہے اور اگر مطالبہ نہ بھی کیا اور مر گیا تو

اضطراراً وہ قرض ان کے وارثوں کی ملک ہو جائے گا اور ان کو مطالبہ کرنے کا حق ہوگا، مورث کا یہ کہنا کہ ہم نہ لیں گے ورثاء پر حجت نہ ہوگا، اسی طرح اس وعدہ کا اثر آخرت میں کچھ نہیں ہو سکتا، وہاں کیا حال اور کیا خیال ہو کچھ پتہ نہیں ممکن ہے کہ جب مقروض کی نیکیاں ملتی ہوئی یا اپنے گناہ مقروض پر پڑتے ہوئے دیکھیں تو معاف نہ کریں۔ (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص:۵۰)

غریب آدمی کے لیے ضروری ہدایت

فرمایا: غریب آدمی کو چاہیے کہ کسی کی امانت نہ رکھے اور سخت مجبوری کے بغیر قرض نہ لے۔

فرمایا: جو لوگ محتاج ہیں، ان کو چاہیے کہ اپنے پاس کسی کی امانت نہ رکھیں، کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ کسی ضرورت میں نفس خرچ کرنے کے لیے رائے دے اور اگرچہ خرچ کرتے وقت ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے لیکن بر وقت میسر ہونا آسان نہیں۔

اسی طرح قرضہ بھی حتی الامکان نہ لینا چاہیے اور اگر لیا جائے تو اس کو بہت جلدی ادا کرنا چاہیے، جب ہزاروں کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور قرض خواہ بہت ہو جاتے ہیں تو اس وقت قرض دار کی نیت ٹھیک نہیں رہتی، سمجھتا ہے کہ سب سے تو سبکدوش ہو نہیں سکتا، رسوائی تو ضرور ہوگی اور ایک کی رسوائی اور دس کی برابر ہے تو کسی کو بھی ادا نہ کرو۔ (دعوات عبدیت ۲۲/۱۴، ملفوظات حکیم الامت)

فضول کاموں بیاہ شادی وغیرہ کے لیے ہرگز قرض مت لو

قرض کے سلسلہ میں کئی قسم کی بد پرہیزیاں (یعنی کوتاہیاں) ہوتی ہیں، مثلاً بلا ضرورت کسی کا مقروض ہو جانا، عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ فضول کاموں کے

لیے (مثلاً بیاہ شادی کی رسموں کے لیے) قرض لیا جاتا ہے، بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے جو مصیبت کی وجہ سے قرض لیتے ہوں، اور مصیبت زدوں کو ملتا کب ہے، اکثر مالداروں اور جائداد والوں کو ملتا ہے، تو بتلایئے اس پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے قرض دار ہوگئے، اور قرض دار بھی یا تو کسی شادی میں (پیسہ) برباد کرنے کو یا کوئی عالیشان محل تیار کرنے کو یا غمی کی رسموں میں اڑانے کو جو اکثر خلاف عقل اور خلاف شرع ہیں۔

غرض ناموری (شہرت) کے کاموں میں صرف کرنے کے لیے قرض ہوتا ہے پھر خدا کے فضل سے نام بھی نصیب نہیں ہوتا، اور اگر نام بھی ہوا تو اسکی کیا قیمت ہے، کل کو اس سے بڑھ کر بدنامی ہوگی اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

دوسری خرابی یہ کہ اپنے زیور یا جائداد کو محفوظ رکھنا اور دوسروں سے قرض لینا، (کیونکہ عام طور پر) اکثر سودی قرض ملتا ہے اور چند روز میں دوگنے چوگنے ہوکر وہ تمام زیور اور جائداد برباد ہوجاتی ہے، اور نقصان اور گناہ الگ رہا، اگر قرض کی واقعی ضرورت ہے تو جو چیز اپنے پاس موجود ہے ہرگز اس کی ایسی محبت نہ کرے (ضرورت کے وقت بیچ ڈالے) خدا تعالیٰ پھر عطا فرمائیں گے۔ اپنی راحت وعافیت کے مقابلہ میں زیور جائداد کیا چیز ہے۔ (فروع الایمان ص:۷۲)

قرض لینے کے سلسلہ میں اہل اللہ کے معمولات

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنے قرض کو ادا کردے، جب تک کہ اس کا قرض ایسی چیز کے لیے نہ ہو، جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔ (ترمذی)

فائدہ: یہ اصل ہے بعض بزرگوں کے معمول کی کہ خیر کے کاموں کے لیے قرض لینے میں وہ باک نہیں کرتے (یعنی بے دریغ لے لیتے ہیں) اگرچہ وہ واجب نہ ہو، اور بعض بزرگ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔

فائدہ: بعض حدیثوں میں قرض (کی مذمت ہے اور اس) سے ڈرایا گیا ہے، دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جو قرض بلا ضرورت ہو وہ بچنے کے قابل ہے، اور جو ضرورت کی وجہ سے ہو اور اس کے ساتھ ادائیگی کی بھی نیت ہو، وہ حق تعالیٰ کی معیت کا سبب ہے، اور اہل طریق (بزرگان دین) اس میں عملاً مختلف ہیں، بعض پر تو پہلا حال غالب ہے وہ توکل کی وجہ سے قرض لے لیتے ہیں، اور نیک کاموں میں خرچ کردیتے ہیں، اور ضرورت کے مفہوم میں توسیع کرتے ہیں، یعنی غیر شدید ضرورت کو بھی ضرورت شمار کرتے ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مہمانوں کے لیے بھی مقروض رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد تیسرے ہی دن ایک شخص کو توفیق دی جس نے وہ سب قرض ادا کردیا جو کئی ہزار تھا۔

اور بعض (بزرگوں) پر دوسرا حال غالب ہے وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں، اور ضرورت کے مفہوم میں تنگی کرتے ہیں یعنی غیر شدید ضرورت کو ضرورت شمار نہیں کرتے، جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ تھے، قرض لینے میں بے حد احتیاط فرماتے تھے، اور ہمارے زمانہ والوں کے لیے بہتر طریقہ یہی دوسرا طریقہ ہے کہ قرض سے حتی الامکان بچیں، حتی کہ مہمانوں کو بھی اپنی تنگی میں شریک کرلیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت طبیعتیں کمزور ہیں، اور اہل اللہ کی ضرورتوں کی طرف اہل دنیا کی توجہ کم ہے، تو مقروض ہونے کا نتیجہ سوائے پریشانی کے اور کچھ نہیں، اور پریشانی سے تکلیف کے علاوہ بعض اوقات دین کو بھی نقصان پہنچ جاتا ہے۔

(التشرّف بمعرفۃ احادیث التصوف ص:۳۲۵)

کیسی حالت میں قرض لینا چاہئے

ہم تو یہی تعلیم کریں گے اور اہل اللہ کا یہی مذہب ہے کہ بلا ضرورت مقروض مت ہو گو رسم و رواج کے خلاف کرنا پڑے، مقروض ہونے سے بڑی پریشانی ہوتی ہے جس کا انجام بہت برا ہے، اہل اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، اس میں بڑی راحت ہے، ہر مسلمان کو وہی مذہب رکھنا چاہئے جو اہل اللہ کا ہے۔

(التبلیغ احکام المال ۱۱۲/۱۵)

گناہ کم کرو، تو موت آسان ہو جائے گی، اور کسی سے قرض مت لو دنیا میں آزادرہ کر زندگی بسر ہوگی۔

قرض لینا سخت مجبوری کے وقت میں جائز ہے جیسے جہاد کے لیے یا کفن کے لیے، یا کپڑے پھٹ گئے ہوں چھپا ہوا بدن ظاہر ہونے لگے، اور اس کے چھپانے کے لیے، اور اس جیسی ضرورتوں، مجبوریوں کے لیے، ایسے شخص کے حق تعالیٰ قرض ادا ہو جانے کے ذمہ دار ہیں۔

(الافاضات الیومیہ ۲۲۲/۲، ملفوظات ص: ۴۰۶)

دعوت نہ کیجئے، قرض ادا کیجئے، ایک بزرگ کی حکایت

مقروض شخص کو پُر تکلف دعوت کرنا جائز نہیں، ایک حکایت

ایک قصہ یاد آیا کہ مولانا نواب الدین قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت مقروض تھے ایک دفعہ آپ نے دہلی کے سب بزرگوں کی دعوت کی، شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا اور مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی کو بھی مدعو کیا، سب حضرات نے تو دعوت قبول کر لی، مگر مولانا مظفر حسین صاحبؒ نے منظور نہیں کی، نواب صاحب نے شاہ اسحاق صاحب

سے ان کی شکایت کی، شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی مظفر حسین صاحب کیا تم کو نواب صاحب کی آمدنی میں بھی شبہ ہے؟ اور کیا تمہارے نزدیک ہم نے مشتبہ مال کی دعوت قبول کی ہے؟ مولانا مظفر حسین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے سامنے کیا چیز ہوں جو نواب صاحب کے مال کو مشتبہ سمجھوں مگر میں نے اس واسطے دعوت سے عذر کیا کہ نواب صاحب مقروض ہیں اور دعوت میں وہ رئیسانہ (مالداروں جیسا) خرچ کریں گے جو تین چار سو (اور آج کل تین چار ہزار) سے کم نہ ہوگا، اور مقروض شخص کو ایسا کرنا جائز نہیں، اور ان کو لازم ہے کہ جو رقم دعوت میں خرچ کریں اس کو قرض ہی میں ادا کر دیں، تو عند اللہ کچھ سبکدوشی ہو جائے۔

شاہ صاحب نے یہ بات سن کر فرمایا کہ بھائی اس طرف ہمارا ذہن بالکل نہیں گیا، واقعی تمہاری رائے صحیح ہے، اور اب ہم بھی دعوت قبول نہ کریں گے، چنانچہ سب بزرگوں نے انکار کر دیا، اور یہی کہا کہ آپ کو بجائے دعوت میں رقم لگانے کے قرض میں رقم ادا کرنا چاہئے حالانکہ ان کے قرضہ میں اس رقم سے سہارا نہ لگتا تھا کیونکہ قرض بہت تھا، مگر اللہ کے نزدیک اتنا ادا کرنا بھی معتبر ہے (یعنی جتنی گنجائش ہو اتنا فوراً ادا کر دے، اور باقی کی ادائیگی کا پختہ ارادہ اور کوشش کرتا رہے)۔ (الجبر بالصبر، فضائل صبر و شکر ص: ۳۲)

جو شخص ادائیگی قرض کی پوری کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بری فرما دیتا ہے

حق تعالیٰ کا قانون ہے کہ جس شخص کو (قرض) ادا کرنے کا اہتمام ہو گیا اور اپنی وسعت کے موافق کام بھی کرنے لگا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ادا کرنے والوں کی طرح ہے، پس وہ اپنی وسعت کے موافق ادا کرتا رہے اور جو

رہ جائے اس کے متعلق وصیت کر جائے۔

اگر کسی شخص کے ذمہ لوگوں کا ایک لاکھ روپیہ قرض ہو، اور وہ آج ادا کرنے کا ارادہ کرے تو جتنا اس سے ہو سکے، ادا کرنا شروع کرے جس کے لیے اس کی ضرورت نہیں کہ اپنے کو زیادہ تنگی میں ڈالے بلکہ اپنی ضروریات زندگی سے جو فاضل ہو اس کو قرض میں دینا شروع کر دے، خواہ ایک ہی روپیہ مہینہ ادا کرنا شروع کر دے، تو وہ آج ہی سے اللہ تعالیٰ کے یہاں سبکدوش قرار پائے گا، مگر یہ ضروری ہے کہ وہ فضول خرچی کو ضرور بند کر دے، اب اگر اس نے ایک لاکھ میں سے پچاس ادا کئے اس کے بعد موت آ گئی تو وہ اللہ کے نزدیک ادا کرنے والوں کی طرح ہوگا۔ (الجبر بالصبر، فضائل صبر و شکر ص: ۳۱۲)

ادائیگی قرض کے سلسلہ میں بڑی کوتاہی

(عموماً قرض لینے والے قرض) لے کر بے فکر ہو جاتے ہیں، یہ نہیں کہ اس کا خیال رکھیں اور (ادائیگی کی فکر کریں) تھوڑا تھوڑا ادا کرتے رہیں، اپنے بعض غیر ضروری اخراجات کو روک کر اپنی آمدنی میں سے اندازہ کر کے کچھ کچھ پہنچاتے رہیں، (لیکن ایسا نہیں کرتے اور) بدنام ہوتے ہیں، ذلیل ہوتے ہیں، نادہند مشہور ہو جاتے ہیں، اعتبار جاتا رہتا ہے، لوگ معاملہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ کہ آخرت کا مؤاخذہ سر پر۔

البتہ جو سخت ضرورت کے وقت قرض لے اور ادا کرنے کی پوری فکر ہو، حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے قرض کے ذمہ دار ہیں خواہ دنیا میں ادا کرا دیں یا آخرت میں حق والے کو راضی کر دیں۔ (فروع الایمان ص: ۷۳)

قرض کی ادائیگی میں غفلت وکوتاہی کا نتیجہ

اکثر لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے کہ قرض لے کر بے فکر ہو جاتے ہیں اور گنجائش کے باوجود، فضول کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے باوجود قرض ادا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، اور بعض لوگ بہت ہی ٹال کر (بہت دیر سے بار بار مانگنے کے بعد) دیتے ہیں اور بعض لوگ تو دیتے ہی نہیں اگر تقاضا کیجئے تو برا مانتے ہیں، اور ان کی اس حرکت سے قرض دینے والے کو تکلیف ہوتی ہے، اور جب یہ تکلیف روز مرہ مدتوں تک پہنچے تو ضرور اس کا اثر یہ ہوگا کہ دلوں سے محبت نکل جائے گی، اور آپس میں رنج وشکایت پیدا ہو جائے گی، دینے والے کا احسان مانے، اور اس کو تکلیف نہ دے اور وقت پر اس کی امانت پہنچا دے تاکہ پھر آئندہ بھی قرض لینے کا منہ رہے۔

اس نادہندی (قرض نہ دینے کی عادت ایسی پڑ گئی ہے کہ اس) کی بدولت آپس میں قرض نہیں ملتا، پھر کافروں سے سودی قرض لیتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں، ورنہ اگر وقت پر دوسرے کا حق پہنچ جایا کرے (اور وقت پر قرض ادا کر دیا کریں) تو بہت سے مسلمان (اب بھی) ایسے ہیں کہ وہ خود بھی اپنی مصلحت سے اپنے روپئے کا قرض پر چلتے رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں، کیونکہ حفاظت سے بچتے ہیں، اور تجارت کو پسند نہیں کرتے، یا نقصان کے احتمال سے یا تعلقات کی کثرت سے ان کو وحشت ہوتی ہے اس وجہ سے یا تجارت سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے............تو ایسے لوگوں کا روپیہ قرض میں آسانی سے مل سکتا ہے، اور دوسری قوموں کو سود دے کر اپنا گھر تباہ ہونے سے بچا سکتے ہیں لیکن ہم لوگوں کے معاملات اس قدر خراب ہیں کہ لے کر دینا نہیں چاہتے۔ دو چار جگہ ٹھوکر کھا کر سب بددل ہو جاتے ہیں، پھر وہ شخص کسی کو بھی قرض نہیں

دیتا، اور ایک بڑے خیر کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، جس کا وبال ان نادہندوں (قرض لے کر نہ دینے والوں) کی گردن پر ہوگا۔ (اصلاح انقلاب ۱/۲۲۱)

بعض لوگوں کی ایک بُری عادت

بعض لوگ قرض کے سلسلہ میں بڑی گڑبڑ کرتے ہیں کہ کسی کا روپیہ لے کر ایسا بھولتے ہیں کہ گویا دینے کا نام ہی نہیں جانتے، اپنے سارے کام اللّے تللّے سے چلاتے ہیں (یعنی خوب خرچ کرتے ہیں) مگر قرض ادا کرنے کی فکر نہیں، اسی واسطے مسلمانوں میں ہمدردی نہیں رہی، ورنہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس ضرورت سے زیادہ موجود ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی کو قرض دے دیں، خود حفاظت سے بچیں اور دوسرے کا کام نکل جائے، مگر کس کو دیں، لوگ قرض لے کر دینے کا نام ہی نہیں لیتے، اسی لیے بے سود کے آج کل قرض نہیں ملتا، کیونکہ اس کے ادا کرنے کی فکر ہی نہیں ہوتی، ہاں بنیوں کا قرض خوب یاد رہتا ہے کیونکہ وہ پہلے ہی تمسّک لکھوا لیتے ہیں، اور سودی قرض خوب دل کھول کر دیتے ہیں، جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دو تین سال میں سود در سود ملا کر ایک ہزار کے چار ہزار وصول کرلیتے ہیں، بس اس سے بہت خوش ہیں۔ **استغفر اللہ۔**

اگر لوگوں کو غیر سودی قرض کے ادا کرنے کا بھی ایسا اہتمام ہوتا جیسا سودی قرض کا ہوتا ہے تو آپس میں مسلمانوں ہی سے روپیہ مل جایا کرتا، اور مسلمانوں کی جائدادیں اس طرح ہندوؤں کے ہاتھ نہ پہنچتیں۔ (ترجیح الآخرۃ ملحقہ دنیا و آخرت ص: ۴۹۲)

مسلمانوں کی بڑی خرابی، قرض لے کر ادا نہ کرنے کا مرض

ایک خرابی مسلمانوں میں یہ ہے کہ قرض لے کر ادا نہیں کرتے، قرض ادا کرنے کی بالکل عادت ہی نہیں، اس لیے ان کا اعتبار نہیں رہا، اب حالت یہ

ہوگئی ہے کہ ہر ایک سے قرض مانگتے ہیں اور کوئی نہیں دیتا حالانکہ قرض دینے کا بڑا ثواب ہے۔

ایک شخص کا قصہ ہے کہ وہ کسی مقدمہ میں مظفر نگر آئے اتفاق سے جتنا روپیہ پاس تھا سب ختم ہوگیا اب بہت پریشان، آخر وہیں کے ایک صاحب کے پاس گئے اور ان سے اپنی پریشانی بیان کی اور کہا کہ سو روپیہ قرض دید یجئے، میں گھر پہنچتے ہی بھیج دوں گا انہوں نے ترس کھا کر دے دیا انہوں نے گھر پہنچ کر خبر بھی نہ دی، کچھ دنوں بعد پھر کہیں ان سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے تقاضا کیا انہوں نے کہا کہ میں ابھی دو ایک دن میں ادا کردوں گا، اسی طرح مدتوں تک ٹال مٹول کرتے رہے، یہاں تک کہ سال بھر گذر گیا، پھر جو تقاضا کیا تو کہتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس کوئی تحریری ثبوت ہے؟ یہ حالت ہے مسلمانوں کی اور اس کو ہلکی بات سمجھتے ہیں، اس لیے اس میں بہت ہی سستی ہو رہی ہے ...... جب کوئی قرض لے کر ادا ہی نہ کرے تو پھر کون دے؟ حالت یہ ہوچکی ہے کہ قرض دے کر وصول نہیں ہوتا حتی کہ قرضدار سامنے آنا تک چھوڑ دیتے ہیں۔

(احکام المال التبلیغ ۱۵/۱۳۹)

قرض ادا نہ کرنے والوں کا انجام

قرض کی بدولت جائداد نیلام ہوجاتی ہیں، مسلمانوں کے بہت سے گھر اسی میں برباد ہوئے اور ہو رہے ہیں، سود بڑھتا چلا جاتا ہے حتی کہ جائداد، گھر نیلام ہوجاتے ہیں، اگر ایسا بھی کیا کریں کہ جائداد بیچ کر قرض ادا کردیں اور سود نہ بڑھائیں تو اس صورت میں جتنی جائداد باقی ہے وہ تو سالم رہے۔

میرے ایک دوست ہیں انہوں نے سترہ سو روپئے قرض لیے تھے، آمدنی بھی ان کی اچھی تھی چھیانوے ہزار روپئے کا سالانہ ان کے یہاں کاغذ بنتا تھا تو اس سترہ سو کی حقیقت کچھ نہ تھی لیکن ادا کرنے میں سستی کی اور سستی کی وجہ یہ ہوئی

کہ زور دبد بہ میں دیتے نہیں اور بنئے مانگتے نہیں، ان کا تو بڑھتا رہا، بلکہ اگر دیتے بھی ہیں، تو کہتے ہیں کہ شیخ صاحب ابھی جلدی کیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے خاندانی رئیسوں کی اولاد انہی مہاجنوں کے یہاں چار چار روپے کی مزدوری کرتے ہیں اور غضب یہ کہ اس نہ دینے پر فخر بھی کرتے ہیں۔

غرض اس سترہ سو کے چالیس ہزار ہو گئے، اب یہ حالت ہے کہ تجارت کارخانہ بند ہے گھر میں فاقے ہو رہے ہیں۔ (العزت، دعوات عبدیت ۵۶/۱۹)

میت کا قرض ادا کرنے میں وارثوں کی عام کوتاہی

ایک کوتاہی عام طور سے یہ ہوتی ہے کہ میت کے ذمہ جو قرض ہے اور دلیل شرعی سے ثابت ہے اس کو کوئی شاذ و نادر ہی ترکہ سے (یعنی میراث کے مال سے) ادا کرتا ہے۔ صاف انکار کر دیتے ہیں جیسا کہ میت کا جو قرض لوگوں پر ہے لوگ بھی ان کا قرض ادا کرنے سے مُکر جاتے ہیں، یہ دونوں امر صریح ظلم ہیں۔

خاص طور پر میت پر اگر قرضہ ہو تو ورثاء کو یہ سمجھنا چاہئے کہ بروئے حدیث اس کی روح جنت میں جانے سے معلق رہے گی، جب تک کہ قرض نہ ادا ہو جائے۔ تو کیا اپنے رشتہ دار (یا ماں باپ) کے لیے اتنی بڑی محرومی گوارہ کر لی جائے گی؟۔ (اصلاح انقلاب ۲۴۲/۱)

مرنے کے بعد سب سے پہلے کیا کرنا چاہئے

مرنے کے بعد مردے کے مال میں سے پہلے تو اس کے گور و کفن کا سامان کریں، پھر جو کچھ بچے اس سے قرض ادا کریں، اگر مردہ کا سارا مال قرضہ کے ادا کرنے میں لگ جائے تو سارا مال قرضہ میں لگا دیں وارثوں کو کچھ نہ ملے گا، وصیت کی ہو یا نہ کی ہو قرضہ کا ادا کرنا بہر حال مقدم ہے، اور بیوی کا مہر بھی قرضہ میں داخل ہے۔

اگر قرضہ نہ ہو، یا قرضہ سے کچھ مال بچ رہے تو دیکھنا چاہئے کہ کچھ وصیت تو نہیں کی؟ اگر وصیت کی ہے تو صرف تہائی مال میں وہ جاری ہوگی، اور اگر نہیں کی، یا وصیت سے جو بچا ہے وہ سب وارثوں کا حق ہے، شریعت میں جن جن کا حصہ ہو کسی عالم سے پوچھ کر دے دینا چاہئے، یہ جو دستور ہے کہ جو جس کے ہاتھ لگا، لے بھاگا، بڑا گناہ ہے۔ یہاں نہ دو گے تو قیامت میں دینا پڑے گا، جہاں روپے کے بدلہ میں نیکیاں دینی پڑیں گی۔ اسی طرح لڑکیوں کا حصہ بھی ضرور دینا چاہئے، شریعت میں ان کا بھی حق ہے۔ (بہشتی زیور ۶۱/۵)

تجہیز و تکفین اور ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد جو مال بچے وہ سب وارثوں کا مشترک ہے، خواہ کپڑا ہو یا برتن یا کتابیں یا گھر کا سامان یا روپیہ یا جائداد سب مشترک ہے، کسی ایک شخص کو اس میں تصرف کرنا خواہ اپنے قبضہ واستعمال میں لا کر خواہ دوسرے کو ثواب کے لیے یا دنیاوی مصلحت کے لیے دینا (یا اسی مشترک مال سے مدرسہ یا مسجد میں چندہ دینا) بالکل نا جائز ہے۔

(صفائی معاملات ص: ۲۷)

ادائیگی قرض کی دعائیں

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکاتب آیا اور کہنے لگا کہ میں کتابت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں، میری امداد کیجئے، فرمایا کہ تجھ کو چند کلمات (دعائیہ) نہ بتلا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں اگر تیرے اوپر کوہ ثبیر کے برابر بھی قرض ہوگا، حق تعالیٰ ادا فرما دیں گے۔

یوں کہا کر: ''اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ.'' ۔ (رواہ الترمذی)

(۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے معاذ بن جبل سے فرمایا کہ میں تم کو ایسی دعا نہ بتلاؤں کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اس کو بھی حق تعالیٰ ادا کردیں گے۔ یوں کہا کرو (یعنی دعا کیا کرو) ''اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. رَحمٰنَ الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ وَرَحِیْمَھَا. تُعْطِیْھِمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِیْ رَحْمَۃً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃٍ مِّنْ سِوَاکَ''۔

(رواہ الطبرانی، بہشتی زیور ۵/۵۴)

ادائیگی قرض کا وظیفہ

ایک صاحب نے عرض کیا میں قرض دار ہوں دعا فرما دیجئے، اور کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے، فرمایا ''یَا مُغْنِیْ'' عشاء کی نماز کے بعد گیارہ سو مرتبہ پڑھا کرو، اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف، یہ عمل حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۲/۳۵۹)

امانت میں خیانت اور اس کی واپسی میں لاپرواہی

امانت کے بارے میں بھی لوگوں میں یہی گڑبڑی ہے کہ کسی کے پاس امانت رکھو، تو یہ کبھی اطمینان نہیں ہوتا، کہ یہ امانت کو بعینہ رکھے گا اکثر لوگ امانت کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کردیتے ہیں، چار پانچ سو کی امانت خرچ کر گئے، اور اس کی ادا کی کچھ فکر نہیں، اب وہ روپیہ والا غریب ان سے مانگتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ وہ تو خرچ ہوگئے، جب ہوں گے تو دے دیں گے، وہ کہتا ہے کہ صاحب آپ نے امانت کے روپیہ کیوں خرچ کئے، جہاں سے ہو میری رقم ادا کیجئے، تو کہتے ہیں کہ صاحب مجھ سے غلطی ہوگئی کہ میں نے ضرورت میں آپ کی رقم خرچ کردی، اب اس وقت میرے

پاس نہیں میں کہاں سے دے دوں، میں کہتا ہوں کہ تم نہ ہگو مگر اس غریب روپئے والے کا تو یہ سن کر پاخانہ نکل گیا ہوگا۔ (ترجیح الآخرۃ دنیا و آخرت ص: ۴۹۳)

اسی طرح ایک کوتاہی مانگی ہوئی چیز میں ہوتی ہے حالت یہ ہے کہ چیز منگائی اور کام بھی ہوگیا مگر یہ توفیق نہیں ہوتی کہ واپس کردیں، جب دینے والا خود طلب کرتا ہے تب دیتے ہیں، اور اگر خود بھی دیں گے تو ایک مدت کے بعد، اس میں بہت سی چیزیں گم ہوجاتی ہیں، خراب بھی ہوجاتی ہیں بعض جگہ مہینے گذر جاتے ہیں، مگر چیز واپس نہیں ہوتی اگر کسی نے مانگا تو دے دی، ورنہ پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ (احکام المال التبلیغ ۱۵/۱۴۰)

قرض کے لین دین سے متعلق یادداشت کاپی کی ضرورت

میرا ایک معمول یہ بھی ہے کہ قرض کی یادداشت کے لیے ایک کاپی الگ بنا رکھی ہے جس کو قرض دیتا ہوں اس میں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ سے لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کردیتا ہوں اور اس رقم کو قسط وار ادا کرنے والے کے سامنے اس میں ''وصول'' لکھ لیتا ہوں، اور اس کو دکھا دیتا ہوں کہ دیکھو، وصول لکھ لیا ہے، اس میں بڑی مصلحت ہے، دونوں طرف کو اطمینان ہوجاتا ہے، جو کام اصول کے ماتحت ہوگا اس میں کبھی الجھن یا پریشانی نہ ہوگی، اور آج کل بدانتظامی کا نام بزرگی رکھ رکھا ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت ص: ۴۱ قسط: ۱)

فرمایا جو لوگ ضرورت کے وقت مجھ سے قرض لے لیتے ہیں جب کوئی قسط ادا کرنے آتے ہیں تو ان کو پاس بلا لیتا ہوں، اور اپنی یادداشت میں ''وصول'' لکھ کر ان کو بھی دکھلا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصولیابی لکھ لی ہے، محض اس خیال سے کہ ان کو یکسوئی ہوجائے۔ یہ خیال نہ رہے کہ شاید وصول لکھنا یاد نہ رہے۔

(ملفوظات حکیم الامت ۲/۴۸۴ قسط ۵)